عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوت

انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۲ / شمارہ نمبر ۳۵ / بتاریخ ۴ تا ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء

طائف میں پتھروں کی بارش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجز و انکساری

انسانی زندگی کا اصل مقصد

عقائد کی حقیقت

تکبر و خود نمائی

ختم نبوت قرآنی آیات کی روشنی میں

ایوان صدر میں تطہیر کی ضرورت

برہان ایک عیسائی پادری کے جواب میں

شمع ختم نبوت کے پروانوں اور اہل خیر حضرات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کی اپیل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے احباب نے اس لئے قائم کی تھی کہ ملک کی مروجہ سیاست سے الگ تھلگ رہ کر عقیدۂ ختم نبوت و ناموس رسالت کے تحفظ اور جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی (جس سے انگریز حکومت نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے دعوائے نبوت کرایا تھا) کے برپا کردہ فتنے کا ہر محاذ اور ہر میدان میں مقابلہ کیا جائے چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے قیام سے لے کر اب تک عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں مصروف ہے۔ عالمی مجلس کے مختلف شعبے ہیں۔

1 شعبہ **تصنیف و تالیف** یہ شعبہ رد قادیانیت پر مختلف زبانوں میں مفت لٹریچر شائع اور فراہم کرتا ہے۔

2 شعبہ **تبلیغ** اس شعبہ کے تحت تربیت یافتہ مبلغین کی جماعت اندرون و بیرون ملک پر زور دلائل کے ذریعے قادیانیت کا تعاقب کرتی ہے۔

3 شعبہ **تدریس** اس شعبہ کے تحت ڈیڑھ درجن سے زائد دینی مدارس ہیں' جن میں مقامی و بیرونی طلباء علوم دین اور قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں' جن کے قیام و طعام اور دیگر اخراجات عالمی مجلس ادا کرتی ہے۔

عالمی مجلس نے روس سے آزادی حاصل کرنے والی مسلم ریاستوں میں قادیانی سازشوں کو ناکام بنایا اور وہاں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید طبع کرا کے تقسیم کئے۔ قرآن مجید کی طباعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس کے علاوہ دینی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ عالمی مجلس کے پاکستان کے ہر بڑے شہر میں دفاتر موجود ہیں' جہاں ہمہ وقتی مبلغ اور کارکن فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ اس وقت قادیانی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے جماعت کی ذمہ داریوں میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔ بہت سے منصوبے ایسے ہیں جو تشنہ تکمیل ہیں۔ ہم شمع ختم نبوت کے تمام پروانوں اور اہل خیر حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ آگے بڑھیں اور ختم نبوت کے اس مقدس مشن میں عالمی مجلس کا ہاتھ بٹائیں اور اپنی زکوٰۃ' خیرات' صدقات و عطیات وغیرہ سے جماعت کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ)	(محقق العصر حضرت مولانا)	(حضرت مولانا)
خان محمد عفی عنہ	محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ	عزیز الرحمٰن جالندھری
خانقاہ سراجیہ کندیاں امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	مرکزی ناظم اعلیٰ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

تمام رقوم مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

شائع کردہ :- دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون : ۴۰۹۷۸

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۲ • شمارہ نمبر ۳۵ • بتاریخ ۲۲ر شعبان المعظم تا ۲۸ر شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ • بمطابق ۴ر فروری تا ۱۰ر فروری ۱۹۹۴ء

اس شمارے میں

۱۔ مناجات
۲۔ ایوانِ صدر میں تطہیر کی ضرورت (اداریہ) ـــــ ۵
۳۔ طائف میں پتھروں کی بارش کے بعد حضور ﷺ کی عجز و انکساری ۶
۴۔ عقائد کی حقیقت اور اہمیت ـــــ ۸
۵۔ انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت ـــــ ۱۱
۶۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد ـــــ ۱۲
۷۔ تکبر و خود نمائی ـــــ ۱۳
۸۔ شہید بالاکوٹ حضرت مولانا سید احمد شہید ـــــ ۱۵
۹۔ ختم نبوت قرآنی آیات کی روشنی میں ـــــ ۱۷
۱۰۔ اسلامی ثقافت ختم نبوت کے نور سے روشن ہے ـــــ ۲۰
۱۱۔ تین نو مسلمہ انگریز عورتوں کے پیغامات (آخری قسط) ـــــ ۲۱
۱۲۔ ترجمان: ایک عیسائی پادری کے جواب میں ـــــ ۲۳

سرپرست
مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبد الرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا • مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان • مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حافظ محمد حنیف ندیم

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ترئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات، انڈیا ۵۰ ڈالر
چیک/ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۲۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

ناشر: عبد الرحمٰن باوا ○ طابع: سید شاہ حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۰۳ پرانی نمائش کراچی

مناجات

از۔ سید محبوب الحسن نقوی

اے خدا اے قادر بندہ نواز
ناز زیبا ہے تجھے ہم کو نیاز
بے نیازی خاص ہے تیرے لئے
بندگی مخصوص بندوں کے لئے

نفس شیطاں نے مگر دھوکہ دیا
جو ہمیں زیبا نہ تھا ہم نے کیا
مدتوں ہم آہ غفلت میں رہے
اپنے کرتوتوں سے ذلت میں رہے

بات بگڑی ہے بنا دے اے خدا
دور عزت پھر دکھا دے اے خدا
یاد سے اپنی ہمیں تو شاد کر
خانہ دل اس طرح آباد کر

تیرے حکموں پر عمل کرتے رہیں
مستحق عزت کے یوں بنتے رہیں
اے خدا تو بڑا رحمٰن ہے
تو کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

بخش دے یارب ہمارے سب گناہ
دل سے ہم لیتے ہیں اب تیری پناہ
اے خدا مقبول ہو یہ التجا
از طفیل افتخار الانبیاء

ایوان صدر میں تطہیر کی ضرورت

اس وقت ایوان صدر میں جو عملہ موجود ہے وہ صدر مملکت جناب فاروق لغاری صاحب کا متعین کردہ نہیں ہے۔ سابق صدر غلام اسحاق خان بھی مسلمان ہیں انہوں نے بھی اس عملہ کی تقرری نہیں کی ہوگی' قائم مقام صدر جناب وسیم سجاد صاحب تو آئے ہی تھوڑے عرصہ کے لئے تھے لیکن ان کے دور صدارت میں نگران وزیر اعظم کی صوابدید اور ان کے دوست ایم ایم احمد قادیانی کی خواہش پر کچھ نہ کچھ تقرریاں یا کم از کم تبادلے ضرور ہوئے ہوں گے۔ جن لوگوں کی تقرریاں یا تبادلے ہوئے ہیں وہ اعلیٰ افسران ہی کرتے ہیں اور اس وقت بہت سی اہم پوسٹوں پر قادیانی براجمان ہیں۔ ان قادیانی افسروں نے آنے والے حالات کے پیش نظر یقیناً ایسے افراد ایوان صدر میں تقرریوں یا تبادلوں کی صورت میں پہنچا دیئے ہوں گے جو مرزا قادیانی کے پیروکار یا کم از کم قادیانیوں کے ایجنٹ ہوں گے۔

قادیانی ایک سازشی ٹولہ ہے۔ انگریز کی اطاعت ان کے فرائض دین میں داخل ہے۔ اسرائیلی فوج میں یہ خاصی تعداد میں بھرتی ہیں۔ چونکہ ان کے نام مسلمانوں جیسے ہیں' اس لئے یہ عربوں کی جاسوسی کرتے ہیں۔ بھارتی حکومت کے یہ ایجنٹ ہیں' جس کا ثبوت قادیان میں ہونے والا ان کا سالانہ جلسہ ہے۔ وہاں کی حکومت نے جلسے کے موقع پر انہیں خصوصی مراعات دیں' ریڈیو اور ٹی وی سے خبریں نشر کی گئیں۔ مرزا طاہر کو خصوصی پروٹوکول دیا گیا۔ قادیانیوں نے جلسہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کروڑوں روپے کی پاکستانی کرنسی ہندوستان منتقل کرکے پاکستان کی اقتصادیات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانیوں نے ملک دشمنی کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔ ربوہ بجلی کے قمقموں سے جگمگاتا رہا۔ انہوں نے بلیک آؤٹ نہ کرکے ہندوستانی جہازوں کی سرگودھا کے اہم ترین اڈے پر حملہ کرنے کی راہ ہموار کی۔ بعد میں جب گورنر مغربی پاکستان جناب نواب امیر محمد خان آف کالاباغ کو اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے ربوہ کی بجلی منقطع کردی۔ مشہور سامراجی مہرے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے صرف اس وجہ سے ملک چھوڑ دیا کہ قادیانیوں کو قومی اسمبلی کے ذریعے غیر مسلم اقلیت کیوں قرار دیا گیا اور پھر اس نے کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کے نہ صرف خفیہ راز بلکہ اہم دستاویزات تک امریکن سی آئی اے کو پہنچا دیں۔ سقوط مشرقی پاکستان میں ایم ایم احمد قادیانی نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ صدر ضیاء الحق کے طیارے کو حادثہ جس میں پاک فوج کا خلاصہ اور نچوڑ موجود تھا' قادیانی سازش ہی کی کارفرمائیاں ہیں' جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آخر قادیانی پاکستان کے خلاف سازشیں کیوں کر رہے ہیں اور اس میں ان کا کیا فائدہ؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں نے شروع دن سے ہی پاکستان کو قبول نہیں کیا۔ وہ قیام پاکستان اور تقسیم ہند کے مخالف تھے۔ ان کے آنجہانی خلیفہ مرزا محمود نے پیشگوئی کی تھی (یا یوں سمجھئے کہ تمام قادیانیوں کو یہ ہدایت دی تھی) کہ اول تو تقسیم ہوگی نہیں یعنی پاکستان نہیں بنے گا اور اگر بن گیا تو یہ تقسیم عارضی ہوگی اور پھر سے اکھنڈ بھارت بن جائے گا اور اگر اکھنڈ بھارت کے قیام میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی بھی تو ہم کوشش کریں گے کہ یہ پھر سے متحد ہو جائیں (مفہوم)۔

1. جو قیام پاکستان اور تقسیم ہند کے مخالف ہوں۔
2. اکھنڈ بھارت جن کے ایمان کا جزو لاینفک ہو۔
3. جس کے لئے آنجہانی مرزا محمود کی خصوصی ہدایت بھی ہو۔
4. جو قیام پاکستان سے لے کر اس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوں اور سقوط مشرقی پاکستان میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا ہو۔

کیا ایسے گروہ اور ایسی جماعت پر کسی بھی صورت میں اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

صدر مملکت جناب فاروق لغاری صاحب نے ابھی پچھلے دنوں یہ بیان دیا تھا کہ وہ ایوان صدر کو سازشوں کی آماجگاہ نہیں بننے دیں گے لیکن انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں قادیانی ہوں گے وہاں سازشیں ضرور ہوں گی۔ اس لئے جناب صدر مملکت کو چاہئے کہ وہ ایوان صدر کی تطہیر کریں۔ ہم نے صدر ضیاء الحق کو بھی مفید مشورے دیئے لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی بالآخر قادیانی سازشوں کا شکار ہوگئے۔ ہم آپ کو بھی یہ مفید مشورہ دے رہے ہیں' ہمیں امید ہے کہ آپ تحقیق کے بعد ایوان صدر کی تطہیر کریں گے۔

ماہ رواں میں مرضیات حسرت آیات
حق تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں

قدرت حق کا کرنا ایسا ہوا کہ ماہ رواں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کئی رفقاء' بزرگ اور کارکن یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

ا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے سابق رکن' جامعہ اشرفیہ سکھر کے شیخ الحدیث اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالحی صاحب کھوکی والوں کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔

۲۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کے سرپرست اور سابق رکن مرکزی مجلس شوریٰ حضرت حاجی ذکر اللہ صاحب مرحوم کے جواں سال صاحبزادے جناب چوہدری محمد ادریس مرحوم انتقال کر گئے۔

۳۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سعید احمد صاحب کے والد گرامی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۴۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق جالندھری نائب مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان دار فناء سے دار البقاء کو ہجرت کر گئے۔

۵۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مہتمم اعلیٰ اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ حضرت مولانا حافظ ولی محمد صاحب ہڑپہ ضلع ساہیوال والے مرحوم ہو گئے۔

۶۔ اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی اور امیر ثانی خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم و مغفور کی اہلیہ محترمہ بھی انتقال فرما گئیں۔

۷۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے سابق خازن مولانا محمد کبیر بھی فوت ہو گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

ان حضرات کے یکے بعد دیگرے سانحہ ارتحال نے اس مہینہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے "شہر حزن" بنا دیا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام فوت ہونے والی شخصیات کی مغفرت فرمائیں' پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب' امیر اول حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی' نائب امیر ثانی مولانا عبدالرحیم اشعر' مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری' مرکزی ناظم نشریات صاحبزادہ طارق محمود' مرکزی ناظم تبلیغ مولانا بشیر احمد' مرکزی ناظم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور ادارہ ہفت روزہ ختم نبوت کے اراکین ان مرحومین کی مغفرت کے لئے جہاں دعاگو ہیں' وہاں پسماندگان کے گہرے غم و صدمہ میں بھی برابر کے شریک ہیں۔ مرحومین کو حق تعالیٰ شانہ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ **آمین بحرمۃ النبی الامی الکریم۔**

از۔ حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ

طائف میں پتھروں کی بارش کے بعد

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بارگاہِ رب العزت میں عجز و انکسار

جس خدا نے آپ کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھا اس نے آپ کو اس امتحان میں بھی کامیاب فرمایا

اہل طائف کی وحشیانہ حرکتوں سے مجروح و مضروب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' انگور کی ٹٹی کے سایہ میں نڈھال بیٹھے ہیں۔ دل میں درد ہے' زخموں میں ٹیس مگر پیشانی بارگاہ رب العزت میں جھکی ہوئی ہے اور زبان مبارک مصروف دعا ہے۔

ترجمہ۔ "میرے اللہ میں تجھ سے اپنی بے بسی کا شکوہ کرتا ہوں۔ میں لوگوں میں ذلیل ہو رہا ہوں' اس کا شکوہ تجھ ہی سے کرتا ہوں۔ اے سارے مہربانوں میں سب سے زیادہ مہربان۔ ان کا رب (نگران و مددگار) تو ہی ہے جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے ہیں' جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا' جن کے پاس وسیلے اور ذریعے نہیں ہوتے اور ہاں میرا رب تو ہی ہے۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے کن کے حوالے کر رہا ہے۔ ان کے جو مجھ سے دور ہیں' جو مجھ سے بات بھی کرتے ہیں تو منہ بگاڑ کر یا ان کے جو میرے دشمن ہیں۔ کیا تو نے معاملہ کا مالک ان کو بنا دیا ہے۔

اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے۔ خداوندا اگر مجھ پر تیرا عتاب نہیں ہے تو مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔ خداوندا تیری عافیت کا دامن بہت وسیع ہے' میری سمائی تیری عافیت کی گود ہی میں ہے۔ تیرے چہرے کا وہ نور جس سے اندھیریاں روشنی بن جاتی ہیں' جس کے اولیٰ جلوے سے دنیا اور آخرت کے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں' میں اسی نور کی پناہ لیتا ہوں۔

میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھ پر تیرا غضب پڑے یا عتاب نازل ہو۔ تجھ ہی کو منانا ہے اور اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ اے اللہ مجھ میں نہ طاقت ہے نہ زور ہے۔ جو کچھ طاقت ہے تیرا ہی صدقہ ہے۔ جو کچھ قوت ہے وہ تیری ہی عطا ہے۔ میری کوئی تدبیر کارگر

سمیں "کارساز تو ہی ہے۔ بگڑی کو بنانے والا تو ہی ہے۔"

یہاں سے اٹھے۔ دل غمگین تھا۔ حسرت و افسوس کے دھوئیں سے دم گھٹ رہا تھا۔ سر جھکائے ہوئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ کچھ دھیان پلٹا تو دیکھا' پہاڑی سامنے ہے۔ جس کو قرب الثعالب یا قرن المنازل کہتے ہیں۔ آپ یہاں ٹھٹکے۔ اوپر نظر اٹھی تو دیکھا کہ ایک بادل آپ پر چھایا ہوا ہے۔ بادل پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل امین جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے سن لیا' دیکھ لیا' تم نے جو کچھ کہا۔ جو لوگوں نے جواب دیا۔ جس طرح تم کو واپس کیا اور جو سلوک تمہارے ساتھ کیا' وہ بھی دیکھ لیا۔ اب یہ پہاڑوں کے فرشتے (ملک الجبال) موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے۔ آپ حکم کیجئے' یہ تعمیل کریں گے۔"

پھر ملک الجبال سامنے آیا۔ سلام عرض کیا اور پھر کہا۔

"یا محمد! تمہاری قوم کی تمام باتیں خدا نے سنیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں حکم کریں' میں تعمیل کروں گا۔ آپ حکم دیں مکہ کے دونوں طرف جو پہاڑ ہیں' ان کو ملا کر ان تمام گستاخ' بے ادب لوگوں کو پیس ڈالوں۔"

ایک آزمائش وہ تھی کہ اہل طائف ہر طرف سے پتھر برسا رہے تھے' دوسری آزمائش یہ ہے کہ جبرئیل امین اور ملک الجبال ان سب کو پیس ڈالنے کی فرمائش کے منتظر ہیں۔ وہ امتحان تھا صبر و ضبط' تحمل اور استقلال کا۔ یہ امتحان ہے وسعت ظرف' فراخی حوصلہ اور دعویٰ رحم و کرم کا۔

جس خدا نے آپ کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھا' اس نے آپ کو اس امتحان میں بھی کامیاب فرمایا۔

فرشتے کی درخواست سن کر دل مبارک بے تاب ہوگیا۔ یہ خدا کی مخلوق جو نبی کی کھیتی ہے' برباد کردی جائے؟

آپ نے فرشتوں کو جواب دیا۔

ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئا۔

"اگر یہ بدنصیب راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی نسل سے میں ناامید نہیں ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ ان کی نسل میں وہ ہوں گے' جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور شرک سے باز رہیں گے۔"

باغ کے مالک اور ان کا غلام

یہ باغ عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کا تھا' جو مکہ کے مشہور رئیس تھے۔ یہ دونوں بھائی باغ میں موجود تھے۔ انہیں غیرت آئی کہ ان کے شہر کے ایک شخص کے ساتھ طائف والوں نے یہ سلوک کیا' مگر یہ ہمت پھر بھی نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر بات کرتے۔ انگوروں کے خوشے تھالی میں رکھ کر غلام کو دیئے کہ وہ ان مظلوم مہمانوں کے پاس لے جائے جو سایہ میں بیٹھے ہیں۔ غلام کا نام عداس تھا۔ مذہباً "عیسائی تھا۔ وہ آپ کے پاس انگور لے کر آیا۔ آپ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو زبان مبارک پر آیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

عداس "الرحمٰن الرحیم" سن کر چونکا اور کہنے لگا۔

"یہاں کے آدمی تو الرحمٰن الرحیم نہیں کہتے۔"

آپ نے فرمایا۔

"تم کہاں کے ہو؟"

> **ایک آزمائش وہ تھی کہ اہل طائف ہر طرف سے پتھر برسا رہے تھے دوسری آزمائش یہ ہے کہ جبریل امین اور ملک الجبال ان سب کو پیس ڈالنے کی فرمائش کے منتظر ہیں' وہ امتحان تھا صبر و ضبط' تحمل اور استقلال کا' یہ امتحان ہے وسعت' ظرف' فراخی حوصلہ اور دعویٰ رحم و کرم کا**

عداس نے جواب دیا۔

"میرا آبائی وطن "نینویٰ" تھا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

"وہی نینویٰ جو میرے بھائی یونس (علیہ السلام) کا وطن تھا۔"

عداس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ حضرت یونس کو کیسے جانتے ہیں؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

"میرے اور ان کے درمیان "نبوت" کا رشتہ ہے۔ وہ بھی اللہ کے نبی تھے۔ میں بھی اسی خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔"

عداس یہ سن کر تڑپ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ نے دور سے دیکھا تو کہنے لگے کہ۔

"اس کو تو محمدؐ نے بگاڑ دیا۔"

جب عداس واپس پہنچا تو دونوں بھائیوں نے غلام سے پوچھا۔

"تم یہ کیا حرکت کر رہے تھے؟"

عداس نے جواب دیا۔

"یہ نبی ہیں۔ ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ انہوں نے مجھے وہ باتیں بتائیں جو نبی ہی بتا سکتا ہے۔"

دونوں رئیسوں نے کہا۔

"اس کی باتوں میں نہ آؤ۔ اپنے مذہب پر رہو۔ تمہارا مذہب اس کے دین سے بہت اچھا ہے۔"

مطعم بن عدی کی قدردانی

طائف میں یہ سب کچھ ہوا' مگر وہ سوال پھر بھی رہ گیا جس کے لئے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ آپ نے مکہ پہنچنے سے پہلے یکے بعد دیگرے رؤساء مکہ اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ حمایت کا وعدہ کرلیں مگر دونوں نے انکار کردیا کہ وہ قریش کے حلیف ہیں' وہ قریش کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ نے اس کے پاس پیغام بھیجا' جس کے لئے یہ شرف مقدر تھا۔

یہ رئیس مکہ "مطعم بن عدی" تھا۔ اس نے حمایت کا وعدہ بھی کیا اور یہ فرمائش بھی کی کہ آپ اس کے پاس تشریف لائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعم کے یہاں تشریف لے گئے۔ رات ان کے یہاں گزاری۔ صبح ہوئی تو مطعم نے خود ہتھیار سجائے۔ اس کے چھ سات لڑکے تھے' سب کو مسلح کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلا۔ حرم کعبہ میں پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ طواف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ مطعم اور اس کے بیٹے حفاظت کرتے رہے۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو "مطعم" نے اعلان کردیا کہ۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری پناہ میں ہیں۔"

ابوسفیان' مطعم بن عدی کے پاس آیا اور دریافت کیا۔

"تم نے محمدؐ کو اپنی پناہ میں لیا ہے یا ان کا مذہب قبول کرلیا ہے۔"

مطعم نے جواب دیا۔

"میں نے مذہب نہیں بدلا' صرف محمدؐ کو پناہ دی ہے۔"

ابوسفیان نے کہا۔

"تب آپ کے اعلان کا احترام کیا جائے گا" [redacted]

از۔ مولانا سید سلیمان ندوی

عقائد کی حقیقت اور اہمیت

ایمان ہمارے تمام تر اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے

انسان کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہیں، یہی اس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں، یہ عام خیالات درحقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں، انہیں اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں، یہی وہ نقطہ ہے، جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے، اور اس کے دائرہ حیات کا ہر خط اسی پر جاکر ختم ہوتا ہے، ہمارے تمام افعال اور حرکات ہمارے ارادہ کے تابع ہیں، ہمارے ارادہ کا محرک، ہمارے خیالات اور جذبات ہیں، اور ہمارے خیالات اور جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں، عام بول چال میں انہیں چیزوں کی تعبیر ہم "دل" کے لفظ سے کرتے ہیں، اسلام کے معلم نے بتایا کہ انسان کے تمام اعضاء میں اس کا دل ہی نیکی اور بدی کا گھر ہے۔ فرمایا۔

"انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو اگر درست ہے تو تمام بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا۔ ہاں! وہ ٹکڑا دل ہے۔"

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

قرآن پاک نے دل (قلب) کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں، سب سے پہلے **قلب سلیم** (سلامت رو دل) جو ہر گناہ سے پاک رہ کر بالطبع نجات اور سلامت روی کے راستہ پر چلتا ہے۔ دوسرا اس کے مقابل **قلب اثیم** (گنہگار دل) یہ وہ ہے جو گناہوں کی راہ اختیار کرتا ہے اور تیسرا **قلب منیب** (رجوع ہونے والا دل) یہ وہ ہے جو اگر کبھی بھٹکتا اور بے راہ بھی ہوتا ہے تو فوراً" نیکی اور حق کی طرف رجوع ہوجاتا ہے، غرض یہ سب نیرنگیاں اسی ایک بے رنگ ہستی کی ہیں جس کا نام دل ہے۔ ہمارے اعمال کا ہر محرک، ہمارے اسی دل کا ارادہ اور نیت ہے، اسی بھاپ کی طاقت سے اس مشین کا ہر پرزہ چلتا اور حرکت کرتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔

"تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔"

(صحیح بخاری آغاز کتاب)

اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں آپ نے یوں ادا فرمایا۔

"ہر شخص کے کام کا ثمرہ وہی ہے جس کی وہ نیت کرے، تو جس کی ہجرت کی غرض دنیا کا حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنا ہے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی (یعنی اس سے اس کو ثواب حاصل نہ ہوگا)۔"

(صحیح بخاری آغاز کتاب)

علم نفسیات نے بھی اس مسئلے کو بداہتا" ثابت کردیا ہے کہ انسان کی عملی اصلاح کے لئے اس کی قلبی اور دماغی اصلاح مقدم ہے اور انسان کے دل اور ارادہ پر اگر کوئی چیز حکمران ہے تو وہ اس کا عقیدہ ہے۔ اب صحیح اور صالح عمل کے لئے ضروری یہ ہے کہ چند صحیح اصول و مقدمات کا ہم اس طرح تصور کریں کہ وہ دل کا غیر مشکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائیں اور اسی صحیح یقین اور مستحکم

> **ہر شخص کے کام کا ثمرہ وہی ہے جس کی وہ نیت کرے، تو جس کی ہجرت کی غرض دنیا کا حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنا ہے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی (یعنی اس سے اس کو ثواب حاصل نہ ہوگا)**

عقیدہ کے تحت ہم اپنے تمام کام انجام دیں۔

جس طرح اقلیدس کی کوئی شکل چند اصول موضوعہ اور اصول متعارفہ کے مانے بغیر نہ بن سکتی ہے، نہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح انسان کا کوئی عمل صحیح درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کے لئے بھی چند مبادی اور چند اصول موضوعہ ہم پہلے تسلیم نہ کرلیں۔

بظاہر عقل ہمارے ہر کام کے لئے ہم کو رہنما نظر آتی ہے لیکن غور سے دیکھو کہ ہماری عقل بھی آزاد نہیں۔ وہ ہمارے دلی یقین، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس لئے اس پابہ زنجیر عقل کے ذریعہ ہم اپنے دلی خیالات، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔ اگر پاسکتے ہیں وہ اپنے صحیح دلی یقینیات اور چند مضبوط دماغی و ذہنی تصورات کے ذریعہ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے "ایمان" کا ذکر ہمیشہ "عمل صالح" کے ذکر سے پہلے لازمی طور سے کیا ہے اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبول کے قابل نہیں سمجھا ہے کہ ایمان کے عدم سے دل کے ارادہ اور خصوصا" اس مخلصانہ ارادہ کا بھی عدم ہوجاتا ہے جس پر حسن عمل کا دارومدار ہے۔

"عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا جس نے جاہلیت میں بہت سے نیکی کے کام کئے تھے مگر باایں ہمہ مشرک تھا۔ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے کیا ان کا ثواب اس کو ملے گا؟ فرمایا۔ نہیں اے عائشہ! کیونکہ کسی دن اس نے یہ نہیں کہا کہ بار الٰہا! میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ، غزوات، نسخہ قلمی دارالمصنفین، و ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ مصر)

بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک مشرک نے جس کی بہادری کی دھوم تھی حاضر ہوکر کہا کہ۔

"اے محمدؐ! میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کے لئے چلنا چاہتا ہوں کہ مجھے بھی غنیمت کا کچھ مال ہاتھ آئے۔"

فرمایا۔

"کیا تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس نے جواب دیا۔

"نہیں۔"

فرمایا۔

"واپس جاؤ کہ میں اہل شرک سے مدد کا خواستگار نہیں۔"

دوسری دفعہ وہ پھر آیا اور وہی پہلی درخواست پیش کی۔ مسلمانوں کو اس کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے اس کی اس درخواست سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ وہ ان کی فوج میں شریک ہوجائے لیکن آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پھر وہی سوال کیا کہ۔
"کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان ہے؟"
اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ۔
"میں کسی مشرک سے مدد نہ لوں گا۔"
غالباً" مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور اس کی بہادری کے باوجود اس سے آپ کی بے نیازی کی کیفیت نے اس کے دل پر اثر کیا۔ تیسری دفعہ جب اس نے اپنی درخواست پیش کی اور آپ نے دریافت فرمایا کہ۔
"تم کو خدا اور رسول پر ایمان ہے۔"
تو اس نے اثبات میں جواب دیا اور نور اسلام سے منور ہو کر لڑائی کی صف میں داخل ہوا۔
(صحیح مسلم باب غزوات جلد دوم ص ۱۰۶، مصر)

قرآن پاک نے ان لوگوں کے کاموں کی مثال جو ایمان سے محروم ہیں' اس راکھ سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود نہیں رہتا۔ اسی طرح اس شخص کے کام بھی جو ایمان سے محروم ہے' بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
"کاموں کی مثال اس راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی' وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے' یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔" (ابراہیم۔ ۳)

سورہ نور میں ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کے اعمال کی مثال سراب سے دی گئی ہے کہ اس کے وجود کی حقیقت فریب نظر سے زیادہ نہیں۔
"جنہوں نے خدا کا انکار کیا ان کے کام اس سراب کی طرح ہیں' جو میدان میں ہو' جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وہاں کسی چیز کا وجود اس کو نظر نہ آئے۔" (نور۔ ۵)

اس کی ایک اور مثال ایسی سخت تاریکی سے دی گئی ہے' جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا اور جس میں ہوش و حواس اور اعضاء کی سلامتی کے باوجود ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں۔
"یا ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں سخت اندھیرا ہو' اس کے اوپر موج اور موج پر پھر موج ہو' اور اس کے اوپر بادل گھرا ہو' اندھیرے میں ایک کے اوپر ایک کہ اس میں ہاتھ نکالے تو وہ بھی سوجھائی نہ دے' جس کو خدا نے نور نہ دیا اس کے لئے نور نہیں۔"
(نور۔ ۵)

الغرض ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ریا' نمائش اور خود غرضی کے کاموں کو کوئی عزت نہیں دی جا سکتی' وہ کام جو گو بظاہر نیک ہوں' لیکن نیکی کرنے والے کا ان سے اصلی مقصد نام و نمود پیدا کرنا ہوتا ہے' تو اخلاقی نقطہ نظر سے' تمام دنیا ان کو بے وقعت اور ہیچ سمجھتی ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور فرمایا۔

"اے ایمان والو! اپنی خیراتوں کو احسان رکھ کر اور الہنے دے کر اس طرح نہ برباد کرو' جس طرح وہ برباد کرتا ہے جو لوگوں کے دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے' اور خدا پر (جو نیکیوں کی جزا دیتا ہے) اور قیامت پر (جس میں نیکیوں کی جزا ملے گی) یقین نہیں کرتا' پس اس کی خیرات کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو ذرا اس پر پانی برسا اور مٹی دھل کر پتھر رہ گیا' جس پر جو کچھ بویا جائے گا وہ اگے گا نہیں اور خدا کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔" (بقرہ۔ ۳۶)

غرض ایمان ہمارے تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے' وہ ہماری سیرابی کا اصلی سرچشمہ

> **تورات میں بعض عقیدوں کا ذکر ہے مگر ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت کی تعلیم سے وہ خالی ہے' انجیل میں ایمان کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے مگر اخلاق کی سچائی' اعمال کی راستی اور دل کے اخلاص کے لئے نہیں بلکہ معجزوں اور کرامتوں کے ظاہر کرنے کے لئے اور خوارق عادت پر قدرت اور اختیار پانے کے لئے**

ہے' جس کے فقدان سے ہمارے کاموں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہتی کیونکہ دور دیکھنے میں تو کام معلوم ہوتے ہیں مگر روحانی اثر و فائدہ سے خالی اور بے نتیجہ ہوتے ہیں۔
خدا کے وجود کا اقرار اور اس کی رضامندی کا حصول ہمارے اعمال کی غرض و غایت ہے۔ یہ نہ ہو تو ہمارے تمام کام بے نظام اور بے مقصد ہو کر رہ جائیں۔ وہ ہمارے دل کا نور ہے۔ وہ نہ ہو تو پوری زندگی تیرہ و تاریک نظر آئے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد ریا' نمائش' جاہ پسندی' خود غرضی اور شہرت طلبی وغیرہ کے دلی جذبات اور پست محرکات کے سوا کچھ اور نہ رہ جائے۔

تورات میں بعض عقیدوں کا ذکر ہے۔ مگر ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت کی تعلیم سے وہ خالی ہے۔ انجیل میں ایمان کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے مگر اخلاق کی سچائی' اعمال کی راستی اور دل کے اخلاص کے لئے نہیں' بلکہ معجزوں اور کرامتوں کے ظاہر کرنے کے لئے اور خوارق عادت پر قدرت اور اختیار پانے کے لئے۔ اس کے برخلاف فلسفہ یونان کے بہت سے پیروؤں اور ہندوستان کے بہت سے مذہبوں نے محض ذہنی جولانی' مراقبہ' تصور' دھیان اور علم کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیا اور اخلاق و عمل سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ عیسائیوں' زرتشتیوں اور برہمنوں نے عقائد کو یہ وسعت دی اور ان کی ایسی تفصیل کی کہ وہ سرتاپا خیالی فلسفہ بن گئے جس سے تصوریت عملیت پر غالب آگئی اور انسانوں کے قوائے عملی سرد ہو گئے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے علم و عمل' تصور اور فعل' عقلیت اور عملیت میں لزوم ثابت کیا۔ مگر اصلی زور انسان کی عملیت پر صرف کیا اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین و اقرار ضروری قرار دیا' جو دل کی اصلاح کرے' اور عمل کی بنیاد اور اخلاق و عبادات کی اساس قرار پا سکے۔ عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ' اور تصورات و نظریات کی تشریح و تفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا۔ چند سیدھے سادے اصول جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں' ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا۔ آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اصول تلقین کیے۔ خدا پر ایمان' خدا کے فرشتوں پر ایمان' خدا کے رسولوں پر ایمان' خدا کی کتابوں پر ایمان اور اعمال کی جزا اور سزا کے دن پر ایمان۔

یہ تمام وہ حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ ان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس دنیا کا تنہا خالق اور مالک ہے اور ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تاکہ وہی ہمارے تمام کاموں کا قبلہ مقصود قرار پا سکے اور اسی کی رضاجوئی اور اسی کی مرضی کی تعمیل ہمارے اعمال کی تنہا غرض و غایت ہو' اور ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ سکیں اور ہر نیکی کو اس لئے کریں اور ہر برائی سے اس لئے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم اور یہی اس کی مرضی ہے۔ اس طرح ہمارے اعمال ناپاک اغراض اور ناجائز خواہشوں سے مبرا ہو کر خالص ہو سکیں اور جس طرح ہمارے جسمانی اعضا گناہوں سے پاک ہوں' ہمارا دل بھی ناپاک خیالات اور ہوا و ہوس کی آمیزش سے پاک ہو اور اس کے احکام اور اس کے پیغام کی سچائی پر دل سے ایسا یقین ہو کہ ہمارے ناپاک جذبات' ہمارے غلط استدلالات' ہماری گمراہ خواہشیں بھی اس یقین میں شک اور تذبذب پیدا نہ کر سکیں۔

خدا کے رسولوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ خدا کے ان احکام اور ہدایات اور اس کی مرضی کا علم انہیں کے واسطے سے انسانوں کو پہنچا ہے۔ اگر ان کی صداقت' سچائی اور راست بازی کو کوئی تسلیم نہ کرے تو پیغام ربانی اور احکام الٰہی کی صداقت اور سچائی بھی مشکوک و مشتبہ ہوجائے اور انسانوں کے سامنے نیکی' نزاہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود نہ رہے۔ جو انسان کے قوائے عملی کی تحریک کا باعث بن سکے۔ پھر اچھے اور برے' صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سوا جو ہمارے جذبات کی محکوم ہے' کوئی اور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لئے نہیں ہوگی۔

خدا کے فرشتوں پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد اور سفیر ہیں' مادیت اور روحانیت کے مابین واسطہ ہیں' مخلوقات کو قانون الٰہی کے مطابق چلاتے ہیں اور ہمارے اعمال و افعال کے ایک ایک حرف کو ہردم اور ہر لحظہ کرتے جاتے ہیں' تاکہ ہم ان کا اچھا یا برا معاوضہ مل سکے۔

خدا کے احکام و ہدایات جو رسولوں کے ذریعہ انسانوں کو پہنچائے گئے ان کو دور دراز ملکوں اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لئے ضروری ہوا کہ وہ تحریری شکلوں یعنی کتابوں اور صحیفوں میں یا لفظ و آواز سے مرکب ہو کر ہمارے سینوں میں محفوظ رہیں' اس لئے خدا کی کتابوں اور صحیفوں کی صداقت پر اور جو کچھ ان میں ہے اس کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے' ورنہ رسولوں کے بعد خدا کے احکام اور ہدایتوں کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہوجائے اور ہمارے لئے نیکی و بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہے جس پر تمام ادنیٰ و اعلیٰ' جاہل و عالم' بادشاہ اور رعایا سب متفق ہو سکیں۔

اعمال کی باز پرس اور جوابدہی کا خطرہ نہ ہو اور اس کے مطابق جزا اور سزا کا خیال نہ ہو تو دنیاوی قوانین کے باوجود دنیائے انسانیت' سراپا درندگی اور بہیمیت بن جائے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت و خلوت میں ان کی ذمہ داری محسوس کراتا ہے۔ اس لئے روز جزا اور یوم آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی صلاح و فلاح ناممکن ہے اور اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس پر بے حد زور دیا ہے' بلکہ مکی وحی کا بیشتر حصہ اس کی تلقین اور تبلیغ پر مشتمل ہے۔

یہی پانچ باتیں اسلام کے ایمانیات کے اصلی عناصر ہیں (۱) یعنی اللہ تعالیٰ پر (۲) اس کے تمام رسولوں پر (۳) اس کی کتابوں پر (۴) اس کے فرشتوں پر اور (۵) روز جزا پر ایمان لانا۔ یہ عقائد خمسہ یکجا طور پر سورہ بقرہ میں متعدد دفعہ کہیں مجمل اور کہیں مفصل بیان ہوئے ہیں۔

الذین یومنون بالغیب...... والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

"جو لوگ غیب (خدا' خدا کی صفات اور ملائکہ) پر ایمان رکھتے ہیں...... اور جو کچھ تم پر (اے محمدؐ) اترا اور تم سے پہلے (پیغمبروں پر) اترا اس پر یقین رکھتے ہیں (یعنی انبیاء اور ان کی کتابوں پر)۔

(بقرہ۔۱)

وبالاخرۃ ھم یوقنون۔

اور آخرت (روز جزا) پر یقین رکھتے ہیں۔"

(بقرہ۔۱)

یہ تو سورہ کے آغاز کی آیتیں ہیں۔ سورہ کے بیچ میں پھر ارشاد ہوا۔

ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبین۔

"اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا پر' آخری دن پر' فرشتوں پر' اور کتاب پر' اور سب نبیوں پر ایمان لائے۔"

(بقرہ۔۲۲)

سورہ کے آخر میں ہے۔

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون' کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ۔

"پیغمبر پر جو کچھ اتارا گیا' اس پر وہ خود اور تمام مومن ایمان لائے' سب خدا پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔"

(بقرہ۔۴۰)

سورہ نساء میں انہیں عقائد کی تعلیم ہے۔

یایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیدا۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو' ایمان لاؤ خدا پر' اور اس کے رسول پر' اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری' اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے اتاری' اور جو شخص خدا کا' اس کے فرشتوں کا' اس کی کتابوں کا' اس کے پیغمبروں کا اور روز آخرت کا انکار کرے گا' وہ سخت گمراہ ہوگا۔" (نساء۔۲۰)

تحریکِ ختمِ نبوّت 1974

مولانا اللہ وسایا

تحریک ختم نبوت 1954ء تا 1974ء قادیانی احتساب کی سرگزشت ○ مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام اور مسلم لیگی حکومت کا عتاب ○ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سہروردی کے نام خط ○ ظفر اللہ خان قادیانی کی نئی نویلی دلہن کے پرانے شوہر کی دلچسپ داستان ○ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی پوروں کو بشارتیں ○ قادیانیوں کا خلیفہ ربوہ کے مظالم کے خلاف احتجاج اور بغاوت ○ قادیان میں ختم نبوت کانفرنس ○ مسیح موعود بننے کا پاکستانی دعویدار ○ اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ بند ○ اسمبلی میں مولانا غلام غوث ہزاروی کے دلچسپ سوالات ○ سکندر مرزا ایک قومی غدار ○ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی ○ محاذ قادیان پر کام کرنے والے مجاہد علماء کرام ○ اقبال اور قادیانیت ○ پنجاب یونیورسٹی اور قادیانیت ○ قادیانی جماعت کا بجٹ ○ فرقان فورس کیا بلا ہے؟ ○ خلیفہ ربوہ کی مشکوک سرگرمیاں ○ قادیانیوں کی اشتعال انگیزیاں ○ اسرائیل میں مرزائی مشن ○ ربوہ کا سالانہ میلہ ○ ہفت روزہ "چٹان" کی ضبطی ○ مولانا عبید اللہ انور کی گرفتاری ○ بھٹو اور مرزا ناصر ○ فوج کا ہیڈ کوارٹر۔ ربوہ۔؟ ○ تبلیغ اسلام کے لیے قادیانیوں کا تقرر ○ ایم ایم احمد قادیانی قائم مقام صدر پاکستان ○ چینی سفیر ربوہ میں ○ مرزائی لندن پلان ○ مرزائی گھوڑے ○ رفیق باجوہ پر قاتلانہ حملہ ○ سانحہ سقوط مشرقی پاکستان اور قادیانی ○ محکمہ تعلیم اور قادیانی ○ قادیانی خلیفہ کو پاکستان ایئر فورس کی سلامی ○ بھٹو کے خلاف مرزائی سازشیں ○ خلیج و عرب میں قادیانیوں کا داخلہ بند ○ مولانا شمس الدین کی شہادت ○ ربوہ "علاقہ غیر" ○ مرزائی سلطنت کے خواب ○ پاک فوج میں قادیانی سازشیں ○ براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ربوہ ○ ربوہ "سازشوں کا مرکز" ○ اسمبلی میں چوہدری ظہور الٰہی کا خطاب ○ صدر پاکستان اور قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد ○ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد ○ "پاکستان قائم نہیں رہے گا" مرزا ناصر احمد کی دھمکی ○ سانحہ ربوہ 1974ء ○ قادیانی غنڈوں کا مسلمان طلبہ پر وحشیانہ ظلم و ستم ○ حنیف رامے کی بدترین مرزائیت نوازی ○ قادیانی حوروں کی حقیقت ○ قادیانی جنت دوزخ ○ مرزا ناصر کے اندرون خانہ رازدار باورچی کا قتل ○ کوثر نیازی ربوہ میں ○ لیبیا کا ایٹمی پلانٹ اور قادیانی ○ "شیزان" قادیانیوں کی فیکٹری ○ ملک قاسم' مجید نظامی' آغا شورش کاشمیری کے عدالت میں ہلچل مچادینے والے بیانات ○ مرزا ناصر احمد عدالت کے کٹہرے میں ○ خلیفہ ربوہ کی لاہوری گروپ سے لاتعلقی ○ سانحہ ربوہ کے سلسلہ میں جسٹس صمدانی ٹربیونل کی لمحہ بہ لمحہ کارروائی پہلی بار منظر عام پر

○ کمپیوٹر کتابت ○ عمدہ کاغذ ○ اعلیٰ طباعت ○ چار رنگا خوبصورت ٹائٹل ○ مضبوط جلد ○ صفحات 1224 ○ قیمت 200 روپے
○ جماعتی کارکنوں کے لیے قیمت صرف 120 روپے ○ قیمت کا پیشگی منی آرڈر آنا ضروری ہے ○ وی پی ہرگز نہ ہوگی۔

ایک ایسی تاریخی دستاویز جس کا مدتوں انتظار تھا
پڑھئے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے آگے بڑھئے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون: 40978

تحریر:۔ بابو شفقت قریشی سہام

اِنفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

پروردگار کی عنایات کا شمار کرنا اور اس کے فضل و کرم کا حساب لگانا انسانی دائرۂ کار سے باہر ہے

آخرت پر پختہ ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ حقیقی اور ابدی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے لہٰذا وہ اسی دولت سے پیار رکھتا ہے جو اخروی زندگی کو کامیاب بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مومن چاہے جتنا بھی دولت مند ہوجائے۔ وہ زیادہ سے زیادہ سخاوت اور فیاضی اس لئے کرتا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سنور جائے گی۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والا بدقسمت شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں کمی ہوجائے گی اور جمع رکھنے سے دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ دین اسلام اس خیال کی نفی کرتے ہوئے خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے نہ صرف مال و دولت میں برکت ہوگی بلکہ گھٹنے کی بجائے بڑھ جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مال جمع کرنے کی بجائے اسے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام مال صدقہ و خیرات کردیا جائے بلکہ خرچ کرنے کا حکم فی سبیل اللہ کی پابندی کے اندر رہ کر دیتا ہے۔ یعنی اپنی ضروریات سے جو بچے اس کو خرچ کرو۔ لیکن دوسری طرف شیطان دل میں وسوسہ پیدا کرکے ڈراتا ہے کہ اگر اپنا مال ناداروں، محتاجوں اور مسکینوں پر خرچ کردیا تو خود نادار اور مسکین بن جاؤ گے۔ خالق کائنات نے جب زندگی تخلیق کی تو اسے مختلف انواع کے وجود کی قبا پہنائی اور ساتھ ہی ہر طرح کی بقاء اور نشوو ارتقاء کے لئے اس کے رزق کا انتظام بھی کیا اور یہ بات ہر ذی روح کی جبلت میں رکھ دی کہ اسے رزق کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے آج اگر ایک شخص تونگر ہے تو کل وہ تنگدست بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک حاجت مند اللہ کی مہربانی سے غنی بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا کرنا قدرت کے آگے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ چنانچہ دنیا میں رہنے کے کچھ اصول اور طریقے وضع کردیئے گئے ہیں یعنی اگر کوئی ضرورت مند یا حاجت مند مالی یا جسمانی مدد کا طلبگار ہے تو اس کی مدد اسی مال یا طاقت سے کرو جو خالق و مالک نے عطا فرمائی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ اگر اس کی دستگیری کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو جھڑکنے کی بجائے نرمی اور خوبصورت انداز میں اس سے معذرت کرو۔ یہ بھی اصول مقرر کردیا گیا ہے کہ کم عقل اور نادان حاجت مندوں کو ان کی ضرورت کے مطابق صدقہ خیرات دو کیونکہ ضرورت سے زیادہ دینے سے ان کی عادتیں بگڑجانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ صرف زندگی عطا فرمائی ہے بلکہ زندگی بسر کرنے کے تمام لوازم بھی عطا فرمائے ہیں۔ پروردگار کی عنایات کا شمار کرنا اور اس کے فضل و کرم کا حساب لگانا انسانی دائرہ کار سے باہر ہے۔ اپنی نعمتوں کے بارے میں رب کائنات کا سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۴ میں ارشاد ہے۔

> تم نیکی کا مقام ہرگز نہ پاسکو گے جب تک کہ خرچ نہ کرو اپنے مال جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہوگا (آل عمران:۹۲)

"اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی تو نہ گن سکو۔"

جب ایک شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ مال و دولت عطا کرتا ہے تو اس پر دینے والے کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوجاتی ہے چونکہ وہ مال صرف اس کی اپنی محنت ہی کا صلہ نہیں ہوتا بلکہ عطائے الٰہی بھی ہے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ مال میں صرف اپنا ہی حق نہ سمجھے بلکہ ان لوگوں کا بھی سمجھے جن کا حق خالق و مالک نے مقرر کرکے اس کے ذمہ کردیا ہے۔ چنانچہ اپنی حلال کمائی سے معقول حد کے اندر اپنی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد اس کا کچھ حصہ صدقہ و خیرات بھی کرنا چاہئے۔ قرآن کریم فرقان حمید کی سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ارشاد خداوندی ہے۔

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (خیر خیرات) میں وہ کتنا خرچ کریں فرمایئے کہ جتنا شان ہو۔"

اسی سورۃ کی آیت ۱۷۷ میں ان لوگوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، جن کو مالی امداد دینے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور مال دے اللہ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور (بے خرچ) مسافروں اور مدد مانگنے والوں کو۔"

"تم نیکی کا مقام ہرگز نہ پاسکو گے جب تک کہ خرچ نہ کرو اپنے وہ مال جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہوگا۔" (ال عمران:۹۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آنے والے سب ادوار کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپؐ نے اپنی حکمت اور بصیرت سے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جسے بلاشبہ ایک مثالی معاشرہ کہا جاسکتا ہے۔ آپؐ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ ان لوگوں کو کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ وہ فائدے میں ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ خدا کی قسم وہ لوگ خسارے میں ہیں جو یوں اور یوں (دائیں اور بائیں) خرچ نہیں کرتے۔"

سرکار دوجہاںؐ کا ارشاد ہے۔

"بے شک مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے۔"

یعنی صدقہ اور خیرات وغیرہ۔ صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ دو طرح کے ہیں۔ صدقات نافلہ میں ایک شخص اپنی مرضی سے کار خیر میں خرچ کرتا ہے جبکہ صدقات میں صدقہ، فطر اور محتاج رشتہ داروں کی امداد شامل ہوتی ہے۔ جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے، انہیں زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد نفلی صدقات بھی ادا کرنے چاہئیں۔ وہ لوگ جو نادار ہیں یا جن کا گذارہ بمشکل ہوتا ہے ان تک اپنے صدقات پہنچانے چاہئیں۔ سورۃ توبہ کی آیت ۶۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

"صدقات تو حق ہے صرف غریبوں کا اور محتاجوں کا۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

باقی ص ۳۶ پر

تحریر:۔ احسان اللہ مظفر' دوحہ قطر

انسانی زندگی کا اصل مقصد

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کوئی ایسا مقصد ہی ہو سکتا ہے جو خالص غور و فکر کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہو

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کیا ہے' اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے "بامقصد زندگی۔" بامقصد زندگی انسانی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی ایسا کام جس میں بظاہر کوئی غرض شامل ہو اس کو اختیار کرنے سے زندگی بامقصد ہو جائے گی' نہیں بلکہ وہی زندگی حقیقتاً "بامقصد زندگی ہے جس میں انسان اپنی اعلیٰ ترین حیثیت کو لے کر' جس میں اس کی شخصیت کا اپنے امتیازی وصف کے ساتھ ظہور ہو سکے۔

ایک جانور اپنی غذا کے لئے دوڑ رہا ہے' ایک چڑیا موسم کی تبدیلی کے وقت کسی دوسرے بہتر علاقے کی تلاش میں اڑان کر رہی ہے' ایک بجز مٹی کے گارے سے اپنا مکان بنانے میں مصروف ہے' ہرن کا ایک غول جنگل کے درندوں سے بچاؤ کے لئے تدبیر اختیار کر رہا ہے۔ بظاہر یہ سب بامقصد عمل کی صورتیں ہیں مگر بامقصد زندگی کا لفظ جب انسان کے لئے بولا جائے تو اس سے مراد اس قسم کی کوئی سرگرمی نہیں ہوتی۔ بلاشبہ انسان کو دنیا میں جو کچھ کرنا ہے' اس میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لئے کھانا' کپڑا' مکان اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے۔ مگر یہ مقصدیت کی وہ سطح ہے' جہاں انسان اور حیوان دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ جبکہ انسان کے اعتبار سے بامقصد زندگی صحیح معنوں میں وہ ہوگی۔ جہاں وہ اپنے حقیقی شرف کے ساتھ نظر آ رہا ہو۔ جب وہ مشترک حیوانیت سے آگے بڑھ کر ممتاز انسانیت کی شکل اختیار کر لے۔

دنیا میں دو طرح کی چیزیں ہیں۔

1 جاندار۔ 2 بے جان۔

ظاہر ہے کہ جاندار چیزوں کو بے جان اشیاء پر ایک برتری حاصل ہے۔ اب جاندار چیزوں کو دیکھئے تو ان کی تین قسمیں ملیں گی۔ نباتات' حیوانات اور انسان جدید سائنسدانوں نے تحقیق سے معلوم کیا ہے کہ نباتات بھی ذی حیات اشیاء ہیں۔ ان کے اندر نمو' حرکت' احساس اور اس طرح کی دوسری چیزیں پائی جاتی ہیں' جو صرف ذی حیات اشیاء کی خصوصیات ہیں۔

مگر حیات کا زیادہ اعلیٰ نمونہ حیوانات اور انسان ہیں۔ انسان کو حیوانات پر کس پہلو سے تفوق حاصل ہے' اس کا جواب عرصہ سے دیا جاتا رہا ہے اور بڑے بڑے اذہان اس پر کام کرتے رہے ہیں۔ مگر موجودہ زمانے کے علماء حیاتیات کا ذہن جہاں آکر ٹھہرا ہے۔ یہ کہ انسان کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ تصوری فکر کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ دیگر حیوانات اس سے محروم ہیں۔ انسان جب سوچتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ میں سوچتا ہوں وہ اپنے عمل کا شعوری طور پر اپنے ذہن میں نقشہ بناتا ہے۔ وہ ارادی فکر کے ساتھ کام کرتا ہے جبکہ دیگر حیوانات کا معاملہ اس سے

> انسان کا اعلیٰ ترین شرف کوئی ایسا مقصد ہی ہو سکتا ہے جو حقیقتاً خالص غور و فکر کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہو جو اندرونی خواہشوں اور ماحول کے دباؤ کے نتیجہ میں وقوع پذیر نہ ہوا ہو' یہ مقصد "خدا کی رضا جوئی" کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا

مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو انسان کرتا مگر ان کا عمل سوچے سمجھے منصوبے و فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ محض جبلت کے تحت ہوتا ہے۔ ان کی خواہشیں زور کرتی ہیں' ان کی ضروریات ان سے تقاضا کرتی ہیں' ان کی طبیعت انہیں اکساتی ہے اور اس طرح خارجی اثرات اور اندرونی دباؤ کے تحت وہ کوئی کام کرنے لگتے ہیں۔ انسان کی اس امتیازی خصوصیت میں اس بات کا جواب ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو انسان کا اعلیٰ ترین مقصد قرار پا سکتا ہے۔ یہ مقصد وہی ہو سکتا ہے جو خواہشات کے دباؤ یا فوری ضروریات کے تقاضے کے تحت نہ بنا ہو بلکہ وہ سوچی سمجھی ہوئی ایک راہ ہو جس میں انسان کے امتیازی وصف کی شان پائی جائے۔ جس میں انسانی شخصیت کا اعلیٰ ترین پہلو جگمگا رہا ہو۔ جس میں انسان اپنی بلند ترین حیثیت میں پوری طرح نمایاں ہو گیا ہو۔ یہاں پہنچ کر جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں تو وہاں اس سلسلے میں ہم کو واضح رہنمائی ملتی ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی کا مقصد ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ○ ما ارید منہم من رزق وما ارید ان یطعمون ○ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ○

"اور میں نے جن اور انسان صرف اس لئے بنائے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں' ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا کہ وہ مجھ کو کھلائیں۔ اللہ ہی روزی دینے والا اور زور آور مضبوط ہے۔"

ان آیات میں انسانی زندگی کا مقصد' خدا کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ یہ مقصد ایسا ہے جس میں انسان کا امتیاز اپنی آخری شکل میں ظہور کرتا ہے۔ یہ مقصد انسان کو حیوانی سطح سے اتنا اوپر لے جاتا ہے کہ حیوانی زندگی کی کوئی آلائش اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ خدا تم سے اپنے لئے روزی نہیں مانگتا' بلکہ وہ خود تمہاری روزی کا ذمہ دار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عبادت زندگی کا ایسا مقصد ہے جو محض اندرونی خواہشات کے زور یا خارجی اثرات کے دباؤ سے نہیں بن جاتا بلکہ وہ خالص فکر کے تحت وجود میں آتا ہے۔ آدمی اپنی ذات اور اپنے ماحول سے بلند ہو کر سوچتا ہے۔ جبھی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی بالاتر مقصد ہے۔ جس کو اسے اپنی زندگی کا مرکز و محور بنانا چاہئے۔

اس مقصد کے لئے متحرک کرنے والی چیز یہ نہیں ہے کہ اپنی یا دوسرے کی مادی ضرورتیں پوری کی جائیں اس میں نہ عابد کی اپنی خواہشات پوری تکمیل راہنما ہوتی ہے اور نہ معبود کی خواہشات کی تکمیل' بلکہ یہ مقصد ان سب سے بلند تر ایک نشانہ آدمی کو دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا نشانہ ہے جو نہ اندرونی تقاضے کے تحت وجود میں آتا ہے اور نہ بیرونی دباؤ کے تحت بلکہ وہ خالصتاً "تصوری فکر کے تحت بنتا ہے۔

آدمی جب بڑا ہوتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی کچھ مادی ضرورتیں ہیں' جن کو حاصل کئے بغیر وہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ اسے کھانے کی' کپڑے کی' مکان کی ضرورت ہے۔ اسے ایسے قابل اعتماد ذریعہ معاش کی ضرورت ہے۔ جس سے آخر وقت تک وہ گزر سکے۔ یہ چیز فطری طور پر اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرے' پھر اس سے آگے بڑھ کر وہ دیکھتا ہے کہ یہ چیزیں جس کے پاس افراط کے ساتھ ہوتی ہیں' اس کی عزت ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی خوشیوں اور لذتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔ اس کی بات بلا دلیل مان لی جاتی ہے۔ کوٹھی اور موٹر اور بینک بیلنس اس کو وہ سب کچھ دے دیتے ہیں جس کی کوئی شخص اس دنیا میں تمنا کر سکتا ہے۔ یہ حالات اور یہ مشاہدات اکساتا ہے کہ وہ صرف ضروری معاش کے حصول پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس سے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ کمانے کی فکر کرے۔ بازاروں کی چہل پہل' دفتروں کی شان و شوکت اور بلڈنگوں سے پر کشش مناظر جن میں ہم انسان کو سرگرم دیکھتے ہیں۔ حقیقتاً" وہاں ان کی سوچی سمجھی فکر نے ان کی راہنمائی نہیں کی ہے بلکہ ان کی ضرورتیں' ان کی خواہشیں' ان کی امنگیں اور دنیا میں باعزت اور سربلند جگہ حاصل کرنے کے بارے میں ان کے حوصلوں نے ان کی راہنمائی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو وہ مقصد قرار نہیں دیا جا سکتا جو انسانی شرف کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کوئی ایسا مقصد ہی ہو سکتا ہے جو حقیقتاً" خالص غور و فکر کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہو۔ جو اندرونی خواہشوں اور ماحول کے دباؤ کے نتیجہ میں وقوع پذیر نہ ہوا ہو۔ یہ مقصد "خدا کی رضا جوئی" کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب آدمی خدا کی رضا کو اپنا مقصد بناتا ہے تو یہاں ان کے انسانی اوصاف پوری طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ ان تمام چیزوں سے بلند تر ایک مقصد ہے۔ جس میں کوئی حیوان مصروف ہے۔ اس مقصد کو اختیار کرکے انسان فی الواقع تمام حیوانات سے مختلف ہو جاتا ہے۔ یہ انسانی شرف کی انتہا ہے۔

زندگی کا مقصد' ایک لفظ میں زندگی کو بامعنی بنانے کی کوشش ہے۔ زندگی کو بامعنی بنانے کا منصوبہ ہمیشہ اس فرد کے اعتبار سے متعین ہوتا ہے' جس کی زندگی کو بامعنی بنانا مطلوب ہے۔ مثلاً" بھیڑوں اور بکریوں کے گلہ کو بامعنی بنانا ہے یا گایوں اور بھینسوں کو بامعنی بنانے کا سوال ہو تو اس کا منصوبہ حیوانی سطح پر بنے گا۔ جیسا کہ ہم عام طور پر اس قسم کے منصوبوں میں دیکھتے ہیں۔ مگر انسان کا مقصد متعین کرنا' بالفاظ دیگر انسان کی ہستی کو بامعنی بنانا ایک انسانی منصوبہ ہے نہ کہ حیوانی منصوبہ۔ ایسے منصوبے کو یقینی طور پر ایسا ہونا چاہئے جو انسان کی امتیازی حیثیت کے مطابق ہو۔ جو انسان کو اس کی اصل خصوصیت کے اعتبار سے ترقی اور کامیابی کے مقام کی طرف لے جانے والا ہو۔ خدا تعالیٰ کا عابد بننا اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف کرنا ہے اور اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف ہی انسان کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ ●●

تکبّر و خودنمائی

تواضع کا کوئی کام کرکے یہ خیال کرنا کہ میں نے تواضع اختیار کی ہے' یہ بھی تکبر کی علامت ہے

از۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ

تکبر کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ مال' اولاد' عقل و حسن وغیرہ میں خود کو اوروں سے بڑا اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ ان چیزوں میں تکبر بہت بڑی حماقت ہے۔ اس لئے کہ ان سب چیزوں کے حقیقی مالک تو حق تعالیٰ شانہ ہیں اور بندہ کو صرف عارضی طور پر امتحان کے لئے عطا ہوئی ہیں۔ جب وہ چاہیں گے فوراً" چھین لیں گے ورنہ کچھ دن بعد تو موت یقیناً" ان چیزوں کو چھڑا ہی دے گی پھر تکبر کی گنجائش کہاں ہے۔ انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ گو عارضی طور پر ہیں لیکن پھر بھی تکبر کے یہ اسباب نظر تو آ رہے ہیں اور یہ حضرات صرف ان ہی چیزوں میں دوسروں سے فوقیت لے جانے کو کافی و وافی تصور کرتے ہیں حالانکہ دنیا داروں میں سے اکثر حضرات علم و عمل کی دولت میں خود کو اوروں سے کم ہی جانتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کی بڑائی کا خیال کم درجہ کا تکبر ہے اور اسی بناء پر بوڑھے زانی اور فقیر متکبر پر حق تعالیٰ شاہ کا زیادہ غصہ وارد ہوا ہے کیونکہ ان کے پاس تو جھوٹے اسباب بھی نہیں اور اس پر پھر تکبر کرتے ہیں اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ ولی اور بزرگ بننے کی اس بناء پر جھوٹی کوشش کرے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور تقرب میں جو عزت اور بڑائی ہے اس کو دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بھی مانتے ہیں اور ان فقیروں کی جوتیاں اٹھانے کو فخر تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا علم و عمل پر جو تکبر ہو گا وہ بھی سب سے بڑا ہو گا اس میں حماقت کی بھی انتہا ہو جاتی ہے اس لئے مال و اولاد وغیرہ جو دنیا داروں کی بڑائی کے اسباب ہیں وہ فی الجملہ نظر تو آتے ہیں اور علم و عمل کی بزرگی اور بڑائی کے اسباب تو نظر بھی نہیں آتے محض گمان ہی گمان ہے کیونکہ عمل کے قبول و عدم قبول کی تو کسی کو خبر بھی نہیں ہے یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فضل پر ہے کوئی بڑے سے بڑا بزرگ بھی اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق قابل قبول نہیں کہہ سکتا۔ نیز قبولیت کی کسی کے پاس اطلاع بھی نہیں بلکہ جتنی کسی کو معرفت ہوگی اتنا وہ اپنے عمل کو حقیر سمجھے گا اور ڈرے گا۔ اگر کبھی بطور شکریہ کسی کے دینی نفع کے لئے اپنے کسی عمل یا حالت کو ظاہر کرے گا تو اس کے ساتھ عجز و تواضع ہی کا اظہار ہو گا تکبر نہ ہو گا اور ایک تکبر اس سے بڑھ کر ہے وہ تواضع کی شکل میں ہے یعنی انسان کو تواضع کی صفت سے موصوف اور اس میں اوروں سے بڑھا ہوا سمجھے اس کو اپنے متکبر ہونے کا وہم تک نہیں ہوتا اس لئے یہ تکبر مخفی شدید سے شدید تر ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب کے خط میں اس مصرعہ نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔

اور بناز عجبے من بنیاز عجبے

پھر تکبر کبھی صرف دل میں ہوتا ہے۔ یہ اکبار کہلاتا ہے' کبھی زبان سے بھی ظاہر ہوتا ہے اس کو فخور اور شیخی جتانے والا کہتے ہیں۔ یہ سب حرام ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ ابی و استکبر و کان من الکٰفرین ○ واللہ لا یحب کل مختال فخور ○

تکبر کی ایک نہایت بدترین خصوصیت

تکبر اپنے معنی اور تعریف کی رو سے تو بالکل واضح ہے یعنی خود کو اوروں سے اونچا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا لیکن جنون کی بیماری کی طرح اس کی بھی ایک عجیب خاصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح جنون والا خود کو مریض نہیں

جاتا بلکہ دوسروں کو ہی مجنون سمجھتا ہے اسی طرح دنیا میں کوئی متکبر خود کو متکبر نہیں سمجھتا بلکہ جتنا کسی کے اندر یہ مرض ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنے سے اس کی نفی کرتا ہے اور بے فکر ہوتا ہے مجنون تو عقل کے زائل ہونے کی وجہ سے معذور ہوتا ہے لیکن متکبر معذور نہیں کیونکہ یہاں مرض کا احساس نہ ہونے کی وجہ عقل کا فتور نہیں ہے بلکہ بے فکری اور بے التفاتی ہے جو معاف نہیں ہے۔ اور یہی حال موت کا بھی ہے کہ اعتقاد و یقین کے باوجود موت سے ایسی غفلت و بے فکری ہے کہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت محض افسانہ ہے یا دوسروں کو آیا کرتی ہے ہمیں تو کبھی بھی نہ آئے گی یا کم از کم فی الحال اور فوراً" تو آ ہی نہیں سکتی۔ برسوں کے بعد جب کبھی آئے گی اس وقت دیکھ لیں گے ابھی سے فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے موت ہروقت سر پر سوار ہے اس کی فکر ہروقت رہنی چاہئے۔ موت کو یاد نہ کرنا ہی دل کی سختی طول امل اور ساری غفلتوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح تکبر بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ اپنے معنی اور تعریف کی رو سے بالکل واضح ہے یعنی خود کو اوروں سے اونچا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا لیکن انسان کو اس کا احساس قطعاً" نہیں ہوتا جس کی وجہ بے فکری اور اپنی حالت پر توجہ نہ کرنا ہے اور التفات کی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ تکبر کی حقیقت ہی یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام افعال و اعمال اور افکار و خیالات کو اچھا سمجھے۔ جب اچھا ہی سمجھ رہا ہے تو فکر کی کیا ضرورت۔ جب تک کہ علامات پر غور نہ کرے یا کوئی دوسرا دوست متنبہ نہ کرے پتہ نہیں چلتا کیونکہ دوسروں پر تو یہ خصلت اکثر بہت جلدی ظاہر ہوجاتی ہے جیسا کہ جب کوئی غصہ میں یہ کہتا ہے کہ تو جانتا نہیں میں کون ہوں؟ ان الفاظ سے کبر بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح آواز کے اندر بھی محسوس ہوجاتا ہے۔ بلکہ چال' چہرہ کے خط و خال اور حرکات و سکنات سے تکبر صاف ٹپک پڑتا ہے جس سے وہ شخص سمجھدار انسان کی نظروں میں تو گر ہی جاتا ہے البتہ بے وقوفوں پر وقتی طور پر تھوڑا سا رعب پڑجاتا ہے لیکن اس کا ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اہل تواضع کا جو رعب اور وقار ہوتا ہے اس کا دل پر اثر پڑتا ہے۔ محبت و کشش کے ساتھ عظمت و ہیبت ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ اپنے کو مریض سمجھ کر علامات تکبر کو غور سے پڑھ کر علاج کا فکر کریں۔ اب چند علامات لکھ کر پھر علاج کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب محدث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

- ⊕ کبر اور خود پسندی ایک قلبی مرض ہے جس کا اثر یہ ہے کہ آدمی کو اپنی رائے یا اعتقاد کے مقابلہ میں امر حق کو قبول کرنے سے نفرت ہوتی ہے۔
- ⊕ دوسروں کے اعتقاد و خیال' رائے و قیاس' صورت و لباس کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔
- ⊕ شرعی ضرورت کے بغیر دوسروں کی برائی یا عیب و نقص کی بات بیان کرتا ہے یا رغبت سے سنتا ہے کبھی ظاہر میں کہہ بھی دیتا ہے کہ غیبت نہ کرو مجھ کو اچھی نہیں لگتی۔ لیکن اندر سے دل یہی چاہتا ہے کہ یہ میری بات نہ مانے بلکہ اپنی بات سنائے جائے۔
- ⊕ تواضع کا کوئی کام کرکے یہ خیال کرنا کہ میں نے تواضع اختیار کی ہے یہ بھی تکبر کی علامت ہے کیونکہ متواضع کو تو اپنی تواضع کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ یعنی سوچنا کہ میں تو بڑا آدمی ہوں یہ کام میں نے اختیار کرنے کی وجہ سے اپنی حیثیت سے کم درجہ کا کیا ہے۔ یہی تو کبر ہوا۔ اگر اندر بڑائی کا تصور نہ ہوتا تو وہ کام تواضع کا معلوم نہ ہوتا۔ جیسے کوئی غریب و فقیر آدمی زمین پر بیٹھے تو اس کو کوئی متواضع نہ کہے گا نہ وہ اپنے کو متواضع کہہ سکتا ہے لیکن اگر کوئی امیر آدمی زمین پر بیٹھنے کو تواضع کا کام سمجھتا ہے تو ظاہر ہے کہ اپنی بڑائی کے پیش نظر سمجھتا ہے اور یہی کبر ہے۔
- ⊕ اپنی شہرت کے اسباب اختیار کرنے والا اور گمنامی سے بچنے والا ہروقت عزت و وقار کی فکر کرنے والا آدمی بھی متکبر ہے۔ اپنی اصلاح کے واسطے ایک متکبر کے لئے اپنے اندر اس علامت کو محسوس کرنا مشکل نہیں ہے۔
- ⊕ اپنے ساتھ امتیازی معاملہ چاہنے والا یعنی گفتگو کرنے میں' بٹھانے اٹھانے میں اور دیگر لین دین کے معاملات میں اگر اس کی حیثیت کے مطابق کوئی معاملہ نہیں کرتا تو اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دل کی تنگی کی وجہ اپنی حیثیت پر نظر ہی ہے۔
- ⊕ سب سے بڑا متکبر اور فقیری کے راستہ کا ناکام بلکہ اس راستے کا الٹا چلنے والا وہ صوفی ہے جو اپنے متعلق مشائخ سے خلافت و اجازت کی خواہش اور امید رکھتا ہو۔
- ⊕ اپنے تقویٰ اور دینداری کی مجموعی حالت کے لحاظ سے غیر متوازن طور پر چھوٹی چھوٹی جزئی باتوں میں پاک ناپاک' حرام حلال کا بہت شور کرنا' اسی طرح فرائض کی غفلت کے باوجود مستحبات پر زور و شور دکھانا' چنانچہ اکمال میں لکھا ہے کہ واجبات کی ادائیگی میں سستی اور نفلی عبادات میں مسارعت کرنا۔ نفس کے اتباع کی علامت ہے۔ اسی طرح کوئی دوسرا ان کے مصلے پر پیر رکھ دے یا لوٹا استعمال کرلے تو بس وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔ محض شبہ پر کسی کا کھانا حرام اور اس کے پیچھے نماز ناجائز ہوجاتی ہے۔ اس قسم کی علامتیں خصوصیت کے ساتھ ان قاری حضرات میں پائی جاتی ہیں جو فن میں مہارت حاصل کرلیتے ہیں لیکن کسی بزرگ سے اصلاح نہیں کرواتے۔

اجازت مرحمت ہو تو ایک بات اور بھی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے جس کا یاد رکھنا قراء کے لئے بہت زیادہ مفید ہے کہ حدیث میں جو عمدہ آوازوں سے تلاوت کرنے کا شوق دلایا ہے اس خوش آوازی کی تفصیل بھی دوسری حدیث میں آئی ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ عمدہ آواز سے پڑھنے والا کون ہے؟ فرمایا کہ جب تم اسے تلاوت کرتے دیکھو تو تمہیں یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔

بندہ نے اپنے بزرگوں کو قرآن پاک کی تلاوت میں بکثرت روتے ہوئے بارہا دیکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی ان کی اس صفت سے اور دوسری تمام صفتوں سے متصف ہونا نصیب فرمائے۔ (آمین)

تکبر کی ایک علامت یہ ہے کہ بعضوں کی چال فیشن میں آکر ایسی ہوجاتی ہے جیسے لقا کبوتر کی کہ اپنی دم سنبھال سنبھال کر حرکت کرتا ہو۔ ایسی چال پہ لوگ چلتے ہیں۔ قدم قدم پر دیکھتے جاتے ہیں کہ کہیں سے فیشن تو نہیں بگڑ گیا۔ خود کی نوک اور شیروانی کی کریز کا ہروقت خیال رہتا ہے۔ نماز میں بھی ہروقت اس کی فکر رہتی ہے اور بار بار ٹھیک کرکے نماز بھی خراب کرلیتے ہیں۔ تکبر کی بعض شاخوں کا اپنے اندر معلوم کرنا آسان ہے۔ مثلاً" غصہ' حسد' بغض' ریا' بدگمانی وغیرہ۔ کچھ علامتیں تنبیہہ اور علاج کے بیان میں آئیں گی۔ بعینہ یہی حالت موجودہ زمانہ کے اکثر و بیشتر خطیبوں' عالموں اور مشائخ کی ہے۔ اسی فیشن کے لئے لباس کا ٹخنوں سے نیچے تک پہننا اور کسی نوجوان صالح کو سنت کے شوق میں نصف ساق تک پہنے دیکھے تو مسکرا دینا' کسی صاحب علم کو ایسا مسکراتے دیکھا۔ صاحب علم حضرات جانتے ہیں کہ یہ کتنی سخت بات ہوسکتی ہے۔ ظاہری گناہ کے لحاظ سے ڈاڑھی کا منڈانا' ایک مشت سے کم کو کتانے سے اشد ہے۔ مگر یہ مرض کبر اکثر مشتی ڈاڑھی والوں میں نسبتاً" زیادہ پایا جاتا ہے اور وہ اس ڈاڑھی کو کسی وجہ سے رکھ تو لیتے ہیں یا کسی مجبوری سے منڈا نہیں سکتے مگر ہروقت اس کی تزئین کا فکر رہتا ہے۔ خصوصاً" راستہ چلتے اور نماز میں یہ فکر بہت سوار ہوتا ہے کہ ایک چھوٹا سا بال بھی ادھر ادھر نہ ہوجائے بار بار اس کو ہاتھ سے دبایا جاتا ہے خواہ نماز میں پچاس دفعہ یہ حرکت کرکے نماز کو خراب کرنا پڑے۔

دیگر علامات میں مثلاً" نوافل عبادات کی مسارعت کرنا اور واجبات کی بجا آوری میں سستی کرنا۔ مثلاً"

ا۔ صوفیوں میں اس طرح کہ ذکر مراقبہ وغیرہ میں بہت پابندی کرنا یہاں تک کہ رات کو دیر تک وظائف میں مشغول رہ کر صبح کی نماز کے وقت سوئے رہنا یا بغیر جماعت کے نماز پڑھ لینا۔ اپنے اندر قضا نمازوں کو ادا کرنے اور گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں سستی کرنا۔

۲۔ اور علماء میں اس طرح کہ وعظ' تبلیغ' تصنیف' تالیف میں نام پیدا کرنے والے اعمال میں خوب کوشش کرنا اور خود اپنی اصلاح کی فکر نہ کرنا۔

۳۔ اور طلباء میں نماز' روزہ' پاکی' ناپاکی' بیع و شراء کے مسائل جن کو معلوم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس کو پرواہ نہ کرنا نہ تو عربی کی بڑی کتب فقہ سے ان کو سمجھنا کہ اس قسم کے طلباء میں اتنی استعداد ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور وغیرہ سے ان ضروری مسائل کو یاد کرنا بلکہ اکابر کی تعلیمی اور اصلاحی کتب کو محض اردو میں

ہونے کی وجہ سے دیکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھنا اور جو علوم ضروری علوم کے بعد حاصل کرنے چاہئے تھے مثلاً" منطق فلسفہ' ادب' تاریخ وغیرہ ان میں خوب محنت کرنا۔ اسی طرح تجوید قرات کے نام سے آواز بنانے کے لئے آدھی آدھی رات کو اٹھ کر گھنٹوں مشق کرنا خواہ مخارج اور حروف کی صفات و قواعد تجوید میں کمی زیادتی کرنا پڑ جائے۔ حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ کن باتوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ کن باتوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ معاملات معاشرت میں میرے اوپر کیا فرائض ہیں۔ باقی رہا باطنی اخلاق ان کی اچھائی برائی تو کسی پر ظاہر ہی نہیں ہوتی۔ ناموری چاہنے والے کو اس کی کیا ضرورت۔

عہ اور عوام میں خدمت خلق اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا لیکن اپنی آمدنی میں حرام حلال کی پرواہ نہ کرنا' قرض ادا کرنے کی فکر نہ کرنا' اپنے ماں باپ' بہن بھائی رحم کے رشتوں کی خدمت میں سستی کرنا بلکہ قطع رحمی تک کو گوارہ کئے رہنا۔ ان سب مثالوں میں غیر اہم کاموں کو فرائض پر مقدم کرنا یا تو ناموری و شہرت کے جذبہ سے ہوتا ہے یا جہالت سے ہوتا ہے۔

جن علماء کی ان کے علوم و فنون کی وجہ سے شہرت ہو جاتی ہے اور وہ بڑے عالم کے نام سے مشہور ہوتے ہیں ان سے اگر کوئی نماز روزہ کا خصوصاً" حج کا مسئلہ پوچھے تو خواہ یاد ہو یا نہ ہو وہ ضرور اس کا جواب اپنی عقل سے بلا تکلف دے دیتے ہیں۔ ان کو یہ کہنا بہت گراں ہوتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم' کسی اور سے پوچھ۔ آخرت کا وبال لینا سہل معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ انکار کرنے میں کوئی ہتک کی بات نہیں تھی۔ غلط بتانے میں جہالت' آخرت کی جواب دہی سے غفلت اور تکبر کی علامت ہے۔

ضرور تنبیہہ

ان مثالوں میں غور کرنے سے تکبر کا پتہ چل سکتا ہے۔ لیکن یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس طرح کا غور و فکر صرف اپنے بارے میں کرے اور خود کو متکبر جان کر زندگی بھر اس کے علاج کی طرف متوجہ ہو لیکن دوسروں کے بارے میں علامات کو تلاش میں نہ رہے اور ان کو متکبر نہ سمجھے کیونکہ اس صورت میں یہ خود ہی اس مرض کا شکار ہو جائے گا۔ دوسروں کی عیب بینی ایک مستقل بیماری ہے اور اس انمول نصیحت کو پوری طرح یاد رکھے جو حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے کی تھی چنانچہ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

یعنی میرے روشن ضمیر پیر شیخ شہاب الدین قدس سرہ نے کشتی میں بیٹھے ہوئے مجھے دو نصیحتیں فرمائی تھیں۔ ایک یہ کہ اپنے بارے میں کبھی خود بینی میں مبتلا نہ ہونا اور خود کو اوروں سے بہتر تصور نہ کرنا اور دوم یہ کہ دوسروں کے بارے میں بد بیں اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے والے نہ بننا۔ یہ نصیحت نہایت اہم اور قدر کے لائق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت فرمائی تھی کہ اپنے عیوب پر نظر کرنا تمہیں غیروں پر نظر کرنے سے روک دے گا۔

●●

تحریر: محمد ارشد اعوان مرادپوری' رحیم یار خان

امیر المجاہدین حضرت مولینا سید احمد شہیدِ بالاکوٹ رحؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد صحیح معنوں میں خلافت آپؒ ہی کی تھی' کیونکہ آپ نے حکومت الٰہیہ قائم کردی تھی

یہ قانون قدرت ہے کہ جب بھی کہیں کوئی باطل سر اٹھاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے رد کے لئے حق کسی نہ کسی صورت میں ظاہر فرما دیتا ہے۔ مثال کے طور پر نمرود مردود کے لئے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ حق کا علم لے کر تشریف لائے۔ فرعون ملعون کو حق کی دعوت دینے کے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جب کفر و شرک زوروں پر تھا' توحید خالص کا مرکز کعبتہ اللہ ۳۶۰ بتوں سے بھر چکا تھا' کفر و شرک کے ظلم و تشدد سے جب پورا عرب تاریکی میں ڈوب چکا تھا' اسی اثناء میں خدا کی رحمت کے دریا کو جوش آیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ہدایت دے کر پوری خلقت کے لئے مبعوث فرمایا اور ساتھ یہ اعلان بھی فرما دیا کہ۔

والکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آخری نبی ہیں۔"

اب نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن تا قیامت رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ مجددین اور علماء حق پیدا ہوتے رہیں گے اور نصرت خداوندی سے اس بھٹکی ہوئی امت کو راہ حق دکھاتے رہیں گے۔

بہت سے اسلام دشمن لوگ سامراجی قوتوں کے آلہ کار اپنے آباؤ اجداد انگریز کی روحانی اولاد ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے علماء کرام کے خلاف کبھی غلیظ زبان کبھی غلیظ قلم کے ساتھ بکواسات کرتے ہیں ان کو حضور اقدسؐ کا ارشاد سن کر توبہ کرنی چاہئے اور ان حرکات سے باز آکر یہودیت و عیسائیت کی خوشنودی کی بجائے آقائے دوجہاں آنحضرتؐ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ہر دور میں علماء حق نے صحیح سچا ثابت کر دکھایا۔

مثال کے طور پر خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا تو ظلم و تشدد کی وادیاں عبور کرکے حضرت امام احمد حنبلؒ نے باطل کو للکارا۔ جب جلال الدین اکبر نے دین کو مٹانے کی کوشش کی تو اس کے مقابلے پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ سکھوں اور مرہٹوں کی اسلام دشمنی پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے علم جہاد بلند کیا۔ انگریز کے خلاف عملی جہاد کا وقت آیا تو قافلہ کاروان علماء دیوبند نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ فتنہ قادیانیت کھڑا ہوا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری' پیر مہر علی شاہ گولڑوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری اور علماء لدھیانہ نے سروں پر کفن باندھ کر اس عظیم کفر کو برصغیر کے چپہ چپہ' گلی گلی میں للکارا۔ جب پاکستان کے حصول کی تحریک چلی تو علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی اور دیگر علماء کرام دیوبند کو چھوڑ کر تحریک پاکستان میں شامل ہوئے اور رات دن ایک کرکے محمد علی جناح کی قیادت میں عالم اسلام کی عظیم مملکت پاکستان کو حاصل کرکے ہی دم لیا۔

اس کے بعد پاکستان میں فتنہ قادیانیت نے سر اٹھایا تو تمام علماء کرام نے مل کر مفتی محمودؒ کی قیادت میں ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کے گستاخ وبائی ٹولہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔ حال ہی میں صحابہ کرامؓ' امہات المومنینؓ اور دیگر شعائر اسلام کے خلاف باطل کی تحریک چلی تو امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی نے جان کا نذرانہ پیش کرکے اس کفر کا راستہ روکا۔

اس کے علاوہ جہاد افغانستان علماء کرام اور دینی مدارس کے چٹائیوں پر سونے والے طلباء کرام کی محنت جہاد اور ان کی عظیم قربانیوں کے صدقے میں کامیاب ہوا۔ غرض یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کفر و ظلمت کی آندھیوں میں علماء حق' وعظ و نصیحت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور تاقیامت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے حکومت الہیہ قائم کرنے کی کوشش بھی کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

اسی طرح جب ہندوستان کے مسلمانوں پر آزمائش کا وقت آیا تو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریک تجدید احیاء دین کا آغاز کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اس تحریک کو چار چاند لگائے۔ مگر اس تحریک کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفہ مجاز حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے نقطہ عروج پر پہنچایا۔ یہ تحریک تجدید احیاء دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی تحریک تھی۔

انہوں نے جہاں تقریر و تبلیغ کے ذریعے رسم و رواج' شرک و بدعت گستاخان رسول گستاخان صحابہ کرام کے خاتمہ کی کوشش کی' وہاں پر توحید خالص صحیح اسلام اور حقیقی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء کی کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومت الہیہ قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اسی جدوجہد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ سید احمد شہید ۶ صفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو بھارت کے قصبہ بریلی میں سید محمد عرفان رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب پینتیسویں پشت یعنی واسطے سے خاتم النبیین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ حصول تعلیم کے شوق میں آپ دہلی تشریف لائے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں شامل ہوگئے۔ تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں آپ نے شاہ عبدالعزیزؒ کے دست صداقت پر بیعت کی اور خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ آپ کی بہت قدر و عزت کیا کرتے تھے اور سید احمد کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ان کا خاندان اعلیٰ ہے۔ جس میں ولایت موروثی ہے۔ انشاء اللہ یہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح منصب ولایت پر فائز ہوں گے۔ اسی بنا پر تمام شاہ ولی اللہ کے خاندان نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ خاندان ولی اللہ نے آپ کی بیعت کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا۔ اس کے علاوہ تمام اکابرین اور علماء حق نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ سے جو بھی بیعت ہوتا وہ بذات خود اصلاح و احیاء کا مرکز بن جاتا۔ سید احمد شہید نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ جہاں بھی جاتے وہاں پر ہزاروں لوگ بیعت کے لئے جمع ہوجاتے۔ ایک مرتبہ آپ کلکتہ شہر میں تشریف لے گئے۔ ایک سوانح نگار شہر کلکتہ میں ان سے بیعت ہونے والوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ روزانہ ہزاروں آدمی بیعت کے لئے جمع ہوجاتے۔ آپ ان سب کو ایک جگہ جمع کرکے بہت سی بڑی بڑی پگڑیوں کو مجمع میں پھیلا دیتے اور ہر ایک بیعت کے خواہشمند کو حکم دیتے کہ پگڑی کا کوئی ایک کنارہ پکڑلو۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ ان پگڑیوں کو تھام کر کلمات بیعت کو با آواز بلند پڑھواتے تھے۔ یہ کیفیت دن بھر جاری رہتی تھی۔

ہندوستان بھر کے دورے کے دوران یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک طرف انگریز اپنی سازشوں کا شکار کررہے ہیں تو دوسری طرف سکھ حکمران پنجاب و صوبہ سرحد میں ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ ہزاروں مسلمانوں کو بغیر کسی قصور کے شہید کررہے ہیں۔ مساجد کی توہین ہورہی ہے۔ اذان دینے کی اجازت نہیں ہے۔ گائے کوئی ذبح نہیں کرسکتا۔ نہ ہی مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے۔ ان سکھوں کا ذلت آمیز سلوک دیکھ کر آپ نے ان کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا۔ ان کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے ہزاروں مسلمان جہاد کے لئے تیار ہوگئے۔ آپ ۱۸۲۶ء کے اوائل میں بریلی سے سفر جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت ان کے ساتھ ہزاروں مسلمان تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو مذہبی آزادی دلوانے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سب سے پہلا معرکہ نوشہرہ کے قریب اکوڑہ کے مقام پر ہوا۔

اس معرکہ میں اللہ رب العزت نے مجاہدین کو کامیابی و کامرانی سے نوازا۔ اس کے بعد دوسرے کامیاب معرکہ میں علاقہ کے امراء اور حکمرانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور آپ کو امیرالمومنین منتخب کرلیا گیا۔ اس کے بعد ایک لاکھ سے زیادہ مجاہدین کی عظیم جماعت آپ کے پرچم تلے جمع ہوگئی۔ جن کا مشن سرحد و پنجاب کے مسلمانوں پر ظلم ختم کراتا اور مذہبی آزادی دلاتا تھا۔

ان مجاہدین نے کئی کئی روز فاقوں کے بعد بھی ہمت نہ ہاری اور بدستور حق کے غلبہ کے لئے برسرپیکار رہے۔ جب پشاور فتح ہوا تو امیرالمومنین کے حکم سے شرعی قوانین عملی طور پر نافذ کردیئے گئے اور مولانا مظہر علی عظیم آبادی کو پشاور کا گورنر مقرر کردیا گیا۔ بہت ہی کم عرصہ میں یہ علاقہ امن و سکون کا گہوارہ بن گیا۔ شرعی پردہ نافذ ہوگیا۔ ہر قسم کی منشیات کے اڈے ختم کردیئے گئے۔ فاحشہ عورتیں جو کثیر تعداد میں پشاور اور اس کے نواح میں مقیم تھیں' کچھ چلی گئیں باقی ہمیشہ کے لئے تائب ہوگئیں۔ رسمیں اور بدعتیں جو پیٹ کی روزی کے لئے بعض کم فہم مسلمانوں نے ایجاد کی تھیں۔ ان سب کو خلاف شرع قرار دے کر ختم کردیا گیا۔ آپ نے اپنے تمام حاصل کردہ علاقوں پر حکومت الہیہ قائم کردی۔ اکثر بزرگان دین کا یہی قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد صحیح معنوں میں خلافت حضرت سید احمد شہید کی تھی۔ کیونکہ انہوں نے صحیح معنوں میں حکومت الہیہ قائم کردی تھی۔ مگر افسوس کہ یہ عرصہ بہت ہی کم ثابت ہوا۔ سرداران علاقہ جن کو حکومت الہیہ سے زیادہ اپنی حاکمیت عزیز تھی۔ انہوں نے غداری کی کچھ منافق شامل ہوگئے۔ جنرل ونتورا اور جنرل بدھ سنگھ کی فوجیں تو شکست نہ دے سکیں مگر ان منافقوں کی سازشوں نے اپنا کام کر دکھایا جیسے آج کل ہورہا ہے۔ آج کے منافقین کی سازشوں سے کشمیر' بوسنیا' صومالیہ اور دیگر مظلوم نہتے مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں واپس آکر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ امریکہ میں یورپ میں جاکر اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھوں کھلونا بن جاتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان منافقت چھوڑدیں اور جہاد کا اعلان کردیں تو کفر مٹ سکتا ہے۔ اگر یہ منافقانہ چال چلتی رہی تو مسلمان کبھی فلاح و ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتے۔ سید احمد شہید بھی ان منافقوں کی چالبازیوں کا شکار ہوگئے۔ جس کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی۔ اس کے بعد آپ پشاور سے بالاکوٹ تشریف لائے۔ یہیں پر آخری معرکہ ہوا۔ یہاں پر دشمن منافقوں کی مدد سے مجاہدین کو گھیر لینے میں کامیاب ہوگیا۔ بہت ہی شدید جنگ کے بعد اسی مقام پر ۶ مئی ۱۸۳۱ء سید احمد بریلوی اور آپ کے ساتھی شاہ محمد اسماعیل دہلوی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی جنگ جو آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شروع کی تھی' اسی کے راستے میں لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ نہ ہی میدان جہاد چھوڑا اور نہ ہی دشمن کے آگے جھکے۔ جام شہادت نوش کرکے ابدی زندگی کا اپنے رب سے پروانہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوجائیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر تم شعور نہیں رکھتے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ جو لوگ میری راہ میں شہید ہوجائیں وہ زندہ ہیں بلکہ میری طرف سے ان کو رزق ملتا ہے۔ آپ کی قبر مبارک بالاکوٹ میں ہے۔ ●●

اچھی نصیحت

حضرت سعد عراق کی مہم پر روانہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ سعد تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ رکھے کہ تم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابی ہو۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں دھوتا۔ اس کے بندوں کے درمیان رذیل شریف سب برابر ہیں' وہ سب کا رب ہے۔ اس کے یہاں صرف بندگی قبول ہوتی ہے۔ ہر بات میں یہ مد نظر رہے کہ جو حضورؐ کا طریقہ ہے وہی عمل کی چیز ہے۔ تم ایک بڑے کام کے لئے بھیجے جارہے ہو اس سے چھٹکارا صرف حق کی اتباع سے ہوسکتا ہے۔ اپنے آپ کو اور ساتھیوں کو خوبی کا عادی بناؤ۔

از۔ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ ڈسٹرکٹ شیخوپورہ

ختم نبوت قرآنی آیات کی روشنی میں

آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی' اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی

قرآن کریم سے کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے علماء اصول نے چار طریقے استدلال کے بیان فرمائے ہیں۔

1. عبارۃ النص۔
2. اشارۃ النص۔
3. دلالۃ النص۔
4. اقتضاء النص۔

قرآن مجید میں ننانوے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں میں سے کسی نہ کسی طریق سے ختم نبوت کا ثبوت مہیا کرتی ہیں چنانچہ اس باب میں پہلی آیت مبارکہ جو بطور عبارۃ النص کے ختم نبوت کی دلیل ہے وہ یہ ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔

(الاحزاب:۴۰)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ تعالیٰ کا اور مہر سب (ہی) نبیوں پر۔"

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپ کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا' جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے۔ خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاء کرام اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں مگر شش جہت میں۔ عمل صرف نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتحیات کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام (زمین) پر زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہوجاتے ہیں' اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔"

اسی لئے شیخ سعدی مرحوم نے فرمایا ہے کہ۔

بلند آسمان پیش قدرت خجل
تو مخلوق آدم ہنوز آب و گل

ترجمہ۔ "یہ اونچا آسمان آپ کی قدر و منزلت کے آگے شرمندہ ہے۔ آپ کو اللہ نے اس وقت خلق فرمایا جبکہ آدم

> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی' اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی' بس جن کو ملنی تھی مل چکی' اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا گیا جو قیامت تک چلتا رہے گا

علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ یعنی ان کا گارا گوندھا جا رہا تھا اور ان کا وجود مقدس تیار نہیں ہوا تھا۔"

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

ترجمہ۔ "آپ ازل ہی سے تمام مخلوق کے وجود کی اصل ہیں۔ آپ کے علاوہ جو کچھ بھی دنیا میں موجود ہے وہ آپ کے وجود کی شاخ ہے۔"

اس لئے کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا۔"

کیونکہ حدیث قدسی۔ **لولاک لما خلقت الدنیا و لولاک لما خلقت الجنۃ** کی حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ (حوالہ: التشرف ص ۱۴۹ مصنفہ مولانا تھانوی)

بہرحال آیت مذکورہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے تین امور کا سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔

1. خاتم کے معنی۔
2. نبی و رسول میں فرق۔
3. النبیین میں الف لام کس قسم کا ہے۔

امر اول لفظ خاتم میں دو قرائتیں ہیں۔ ایک خاتم بکسر التاء دوسرے خاتم بفتح التاء۔ ان دونوں میں فرق اتنا ہے کہ خاتم بکسر التاء اسم فاعل ہے بمعنی ختم کرنے والا اور خاتم بفتح التاء اسم جامد ہے بمعنی آخر و مہر اور حاصل ان دونوں قرائتوں کا ایک ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود انبیاء کرام کو ختم کرنے والا اور سلسلہ نبوت پر مہر کرنے والا ہے کہ آپ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور آپ سے پہلے جو سلسلہ نبوت میں داخل ہوچکا وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا اور لفظ ختم لغت میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ختم بمعنی مہر لگانا۔ بند کرنا۔ آخر تک پہنچنا اور کسی کام کو پورا کرکے فارغ ہوجانا چنانچہ **المنجد** و مصباح اللغات میں عربی محاورے بیان کئے ہیں۔

1. **ختم العمل**۔ یعنی کام سے فارغ ہوا۔
2. **ختم الاناء**۔ یعنی برتن کا منہ بند کردیا اور اس پر مہر لگادی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔
3. **ختم علی کتاب**۔ یعنی خط بند کرکے اس پر مہر لگادی تاکہ خط محفوظ ہوجائے۔
4. **ختم علی القلب**۔ یعنی دل پر مہر لگادی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے' نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔

اسی بناء پر تمام اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے کئے ہیں۔ عربی لغت و محاورے کی رو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مہر کے

سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے' نہ باہر کی کوئی چیز اس کے اندر جائے۔ متنبی نے اس کے بارے میں خوب کہا ہے۔

اروح و قد ختمت علی فوادی
بحبک ان یحل بہ سواکا

ترجمہ "میں اس حال میں چلتا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی ایسی مہرلگادی ہے کہ اندر سے تو تیری محبت باہر نہیں نکل سکتی اور باہر سے کسی اور کی محبت اندر داخل نہیں ہو سکتی۔"

امر دوم نبی و رسول کا فرق یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ کیونکہ صاحب بیان القرآن حکیم الامت تھانویؒ نے سورۃ مریم آیت ۵۱ کے فوائد میں لکھا ہے کہ۔

"میرے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچاوے۔ خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو۔ جیسے تورات وغیرہ یا صرف مرسل الیھم کے اعتبار سے جدید ہو۔ جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت کہ وہی شریعت ابراہیمی تھی لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی سے حاصل ہوا اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نہ ہو۔ جیسے ملائکہ کہ ان پر رسل کا اطلاق کیا گیا ہے اور وہ انبیاء نہیں ہیں یا جیسے انبیاء کرام کے فرستادہ اصحاب جیسے سورۃ یسین میں ہے۔ اذ جاءھا المرسلون اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو۔ خواہ شریعت جدیدۃ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی۔ جیسے اکثر انبیاء بنی اسرائیل کہ شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے اور آیت میں لفظ خاتم النبیین کا ہے' خاتم المرسلین کا نہیں حالانکہ ظاہر کلام کا مقتضی ہی یہ تھا کہ خاتم المرسلین فرماتے۔ اس لئے کہ ولکن رسول اللہ کے بعد بظاہر یہ زیادہ مناسب تھا۔ لیکن بجائے لفظ خاص یعنی بجائے رسول کے لفظ عام استعمال فرمایا یعنی خاتم النبیین فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ مطلقاً "تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ پر مطلقاً" نبوت ختم ہو گئی۔ مستقلہ ہو یا غیر مستقلہ' تشریعیہ ہو یا غیر تشریعیہ اور جب نبوت ختم ہو گئی تو رسالت کا ختم ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ اس لئے کہ عام کی نفی' خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔"

امر سوم النبیین پر جو الف لام داخل ہے۔ اس کے بارے میں "ھدیۃ المھدیین ص ۲۳"(مطبوعہ مجلس تحفظ ختم نبوت' تغلق روڈ ملتان) میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں۔

"یہ الف لام استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے کہ علماء عربیت کی تصریح ہے کہ جو الف لام جمع پر داخل ہو وہ استغراق کے لئے ہوتا ہے اور استغراق سے مراد بھی استغراق حقیقی ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ آپؐ نبوت کے تمام افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں۔ خواہ وہ مستقل نبی ہوں یا کسی کے تابع ہوں اور آپؐ حقیقتاً تمام انبیاء کرام کے خاتم ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت ہو گی' کسی قسم کا کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اب اس آیت مبارکہ سے ہر قسم کی نبوت کا اختتام معلوم ہو گیا اور اس پر احتمال کی گنجائش نہیں رہی کہ آپؐ صرف نبوت مستقلہ کے خاتم ہیں۔"

دلیل دوم الیوم اکملت لکم الخ(مائدۃ:۳)

اس آیت شریفہ میں حق جل شانہ نے ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا' وہ یہ کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو ہر طرح سے کامل اور مکمل کر دیا لہٰذا اب اس میں نہ کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آپؐ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہوا اور تمام ادیان کا ناسخ ہوا اور تمام دین' اسلام کی وجہ سے منسوخ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ دین آخری دین ہے اور یہ امت آخری امت ہے اور یہ نبی آخری نبی ہے۔ اس لئے کہ ناسخ وہی ہو گا جو آخر ہو گا اور اس اکمال دین سے میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کر دیا کہ تم کو ایسا کامل اور مکمل دین عطا کیا کہ جو کسی کو نہیں عطا کیا اور اسی دین کو ہمیشہ کے لئے تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔ پس تم کو چاہئے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرو۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ابن کثیر ص ۱۲ ج ۲ مطبوعہ قاہرہ میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"حق تعالیٰ شانہ کی اس امت پر یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس امت کو مکمل دین عطا فرمایا کہ جس کے بعد نہ ان کو کسی دین کی حاجت ہے اور نہ کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن و انس کی طرف مبعوث کیا۔"

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اپنی کتاب فارسی خاتم النبیین ص ۷۴ پر رقمطراز ہیں کہ۔

"پس اہل حق این اختتام را رحمت و نعمت شمردہ اند۔"

یعنی اہل حق نے سلسلہ نبوت کے اختتام کو نعمت و رحمت شمار کیا ہے جبکہ قادیانی علیہ اللعنۃ نے اس اختتام کو لعنت شمار کیا ہے جو کہ اس کی بہت بڑی حماقت ہے اور نیز یہ آیت مبارکہ جس میں اس نعمت عظیمہ یعنی اکمال دین کا ذکر فرمایا ہے۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن یوم جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عصر کے وقت نازل ہوئی۔ جس وقت میدان عرفات میں چالیس ہزار قدوسیوں کا مبارک اور رشک ملائک مجمع آپؐ کی قصویٰ اونٹنی کے اردگرد تھا۔ اسی مجمع میں جو آپؐ نے خطبہ دیا اس کے متعلق مسند احمد بن حنبل ص ۳۹۱ ج ۲ میں موجود ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اب وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے پروردگار کی عبادت اور بندگی میں لگے رہو۔" یہ خطبہ درحقیقت اکمال دین کی آیت کی تفسیر اور شرح ہے تاکہ صراحتاً" اور بداھتاً" معلوم ہو جائے کہ اکمال دین کے اعلان سے ختم نبوت کا اعلان ہی مقصود ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بطور اشارۃ النص کے یہ آیت ختم نبوت کی دلیل ہے۔ اسی کی طرف مولانا ظفر علی خان مرحوم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

اکملت لکم پڑھ کر زبانی عربی میں
ظلی و بروزی کی نبوت کو مٹادوں
ہے جن کو محمدؐ کی مساوات کا دعویٰ
مثواہ جہنم کی وعید ان کو سنادوں
کچھ فرق بروز اور تناسخ میں نہیں ہے
انکار ہو جن کو انہیں اقرار کرادوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لئے راہ میں آنکھوں کو بچھا دوں

دلیل سوم وہ آیت جو ختم نبوت کی دلیل دلالۃ النص کے اعتبار سے بنتی ہے یہ ہے۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

(البقرۃ:۴)

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اپنی کتاب فارسی خاتم النبیین ص ۱۰۸ پر اس آیت کی تقریر و تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ۔

"اس آیت میں اللہ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کی وحی کا ذکر فرمایا اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ مگر آپؐ کے بعد کی وحی کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس پر ایمان لانے کا ذکر کیا گیا حالانکہ اگر آپؐ کے بعد بھی وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو اس کا ذکر بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے تھا تاکہ امت گمراہ نہ ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب و دجال ہی ہو سکتا ہے۔"

اسی قسم کی پانچ آیات مختلف مقامات پر موجود ہیں' جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وحی کا ذکر موجود ہے اور بعد کی وحی کا ذکر موجود نہیں۔ ان آیات سے شیخ ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں بطور دلالۃ النص کے لکھا ہے کہ یہ ختم نبوت کی دلیلیں ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ ہوتے تو بعد کی وحی کا ذکر بھی ضرور بالضرور کیا جاتا۔ اس دلیل سے پریشان ہو کر مرزا محمود نے اپنی تفسیر کبیر اردو کے ص ۴۴ پر لکھا ہے کہ وبالآخرۃ ھم یوقنون کا مطلب ہے بعد میں آنے والی شے پر یقین رکھتے ہیں۔ قرآن کا سیاق دیکھتے ہوئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آخرت سے مراد اس جگہ بعد میں آنے والی وحی ہے اور ان آیات میں تینوں وحیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

[1] اس وحی پر ایمان لائے جو آپؐ پر نازل ہوئی۔

2 اور اس وحی پر جو آپؐ سے پہلے نازل ہوئی۔
3 اور اس پر بھی جو آپؐ کے بعد وحی نازل ہوگی۔
محققین علماء نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔

اول یہ ہے کہ یہ تفسیر لفظ آخرت نہیں بلکہ تحریف قرآن ہے کیونکہ یہ تحریف اپنے نفس کے حکم سے یعنی خواہشات نفسانی سے کی گئی ہے کیونکہ مصنف علیہ العنتہ کا میلان طبع اجراء نبوت کی طرف ہے۔ اس لئے آخرت سے مراد اس نے بعد میں آنے والی وحی سے کرکے نص قرآن کو اپنے عقیدہ کے مطابق بنا دیا۔ یہی تحریف قرآن کے ضمن میں آتا ہے (دیکھو: تفسیر اتقان علامہ سیوطی ص۳۰۸ جس میں تحریف کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور پانچویں قسم یہی ہے کہ اپنے مذہبی خیال و عقیدہ کے لئے نص کو جھکا دینا) جس پر مندرجہ ذیل وعید آئی ہے۔
من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار۔
ترجمہ۔ "جس نے بغیر علم کے قرآن کے بارے میں کچھ کہا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔"
(ترمذی شریف ص۱۱۹ ج۲)

دوم لفظ آخرت مونث ہے اور وحی مذکر اور نبی بھی مذکر ہے لہٰذا آخرت مونث کی تشریح مذکر لفظ وحی و نبی کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے البتہ آخرت مونث سے مراد مرزا قادیانی دجال مراد ہو سکتا ہے کیونکہ مرزا نے خود اقرار کیا ہے کہ میں مریم ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (استعارہ کے رنگ) میں قوت رجولیت کا مجھ میں اظہار کیا۔ جس سے میں (مرزا) پیدا ہوا اور اس کو فلسفہ میں ولد میں کہتا ہے گویا کہ مرزا علیہ العنتہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں مرد ہوں یا عورت۔ اور اپنی کتاب درثمین میں اپنے متعلق کہتا ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اور جب اس کو یہی معلوم نہیں تو نبوت تو دور کی بات۔ علماء کے نزدیک نبی کے لئے مرد ہونا شرط ہے۔ قرآن مجید سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

سوم الزامی جواب مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے فرمایا تھا (مناظرہ) میں کہ اگر آخرت سے مراد آخری وحی ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔** یعنی۔ آخری وحی پر ایمان لانے والے مومن نہیں ہیں۔ لہٰذا مرزائی ترجمتہ محرفتہ کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دلیل چہارم اقتضاء النص سے **قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔** (الاعراف:۱۵۸) ختم نبوت کی دلیل قطعی ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق اسود و احمر کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے یعنی جو اس وقت موجود ہیں اور جو آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ کنزالعمال ص۱۴۱ ج۲ میں موجود ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں ان کا بھی رسول ہوں جو اس وقت موجود ہیں اور ان کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر ص۲۵۳ ج۲ میں لکھتے ہیں کہ یہ آپ کی شرافت و عظمت میں سے ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، روم ہوں یا فارس، چینی ہوں یا ہندی غرضیکہ

> **یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرافت و عظمت میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، روم ہوں یا فارس، چینی ہوں یا ہندی غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو مسجد بنادیا**

آپؐ کی بعثت تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے ہے۔ خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چند باتیں ایسی عنایت کی ہیں جو کسی اور نبی کو عنایت نہیں فرمائیں۔
1 [illegible] کے لئے بھیجا جاتا تھا، مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ہر سیاہ و سفید یعنی عرب و عجم کے لئے بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اسی کو شاعر نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے، جس سے دل خوش ہو جاتا ہے۔

ھدایت کے لئے لاکھوں ہی یوں تو انبیاء آئے
قبیلوں اور قوموں میں پیاپے راہنما آئے
مگر محدود دعوت لیکے سارے باخدا آئے
جہاں سارے کا غم لے کر محمد مصطفیٰؐ آئے
خدا خود کہہ اٹھا اب دور ختم المرسلین آیا
محمد مصطفیٰ بن کر رحمت للعالمین آئے

2 مجھ پر نبوت ختم ہوئی۔ یعنی میرے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام جو اخیر زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ ان کو منصب نبوت آپؐ سے چھ سو سال پہلے مل چکا ہے۔ ان کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اسی لئے شیخ عطارؒ نے منطق الطیر میں ارشاد فرمایا کہ

بلے از انبیاء او بود مقصود
چوں او امد نبوت گشت مسدود

یعنی۔ "آپؐ تمام انبیاء کرام کے مقصود تھے۔ جب آپؐ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔"
3 مجھ کو شفاعت کا مقام عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین و آخرین کے لئے شفاعت کروں گا۔
4 میرے لئے غنیمتیں حلال کردی گئیں۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہیں کی گئیں۔
5 ایک مہینہ کے راہ کے فاصلہ پر میرے دشمنوں کے دلوں پر میرا رعب ڈال دیا گیا۔
6 اور مجھ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے۔ بعض علماء نے اس سے مراد قرآن مجید لیا ہے اور واقعی قرآن مجید بھی جوامع الکلم میں آتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ وہ کلام قدسی نظام مراد ہے جسے حدیث نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے۔
7 روئے زمین کا آپؐ کی امت کے لئے مسجد و طہور ہونا برخلاف آپؐ کی امت کے علاوہ یہود اپنے کنیسہ اور عیسائی اپنے کلیسا کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مجوسی بھی آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے۔ ہنود کا یہی حال مندروں کے متعلق تھا۔ اسی خصوصیت کو شاعر نے بیان کیا ہے۔

شد و جودش رحمتہ للعالمین
مسجد او شد ہمہ روئے زمیں

یعنی آپؐ کی ختم نبوت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو مسجد بنادیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسلامی ثقافت اپنی اخلاقی، روحانی، سیاسی اور اجتماعی لحاظ سے

ختم نبوّت کے نور سے روشن ہے

اسلامی ثقافت میں نقطہ توحید ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے' اسلامی ثقافت کی دیگر خصوصیات اسی کے گرد گھومتی ہیں

انیسویں صدی اقوام عالم میں عظیم انقلابات کی آئینہ دار ہے۔ علم کے میدان میں طبعی سائنس کی ترقی کا انقلاب برپا ہوا۔ مادہ کی تسخیر سے صنعتی انقلاب رونما ہوا۔ فکر و کلام کی دنیا میں نئے تصورات سامنے آئے۔ جمہور بیدار ہو کر ملکوں کی حدود و نفوذ تبدیل کرنے لگے۔ سرمایہ داری اور جاگیرداری کی گرفت کچھ ڈھیلی ہوئی۔ سائنس کی ترقی نے توہم پرستی کو پیچھے دھکیل دیا۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ برطانیہ کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔ مشرقی روایات سسکنے لگیں اور مغربی تعلیمات کا دور دورہ شروع ہوا۔ مسلمانوں کی حالت پستی اور زوال کی طرف گامزن ہوئی۔ بقول حالی۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کوئی مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

مسلم قوم پستی کا شکار ہوئی جبکہ مغربی اقوام نے ترقی کی منازل طے کیں۔ علوم و فنون میں تحقیق و تجربہ سے وسائل کو حاصل کرکے انسانوں کی ظاہری فلاح و بہبود کے کارہائے نمایاں سرانجام دیے جانے لگے۔ حدود سلطنت وسعت پذیر ہونے لگے۔ دیگر اقوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جانے لگا اور مغرب اپنی برتری کا لوہا منوانے لگا۔

اس کے برعکس مسلم قوم کا ذکر پستی اور ذلت کا آئینہ دار بن گیا۔ گویا دنیا میں مسلم اور پستی لازم و ملزوم ٹھہرائے جانے لگے۔ اس کائنات میں مسلمان ہر جگہ مظلوم ہوئے' سرنگوں ہوئے۔ پھر اس زوال پر تبصروں کا بازار گرم ہوا۔ کسی نے کہا مسلمان حقیقتاً مسلمان نہیں رہے۔ اسلام کا نام لیتے ہیں لیکن اسلام پر عمل پیرا نہیں۔ توحید پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اعمال مشرکین کے سے ہیں' اس لئے انحطاط کا شکار ہوئے۔ مرکز سے گریز کرنے اور اسلامی تعلیمات سے دوری نے وہ جرات و ہمت اور عزیمت چھین لی ہے اور ملت واحدہ کے تصور میں دراڑیں پڑنے سے اور نسلی و ملکی تعصبات کی چڑھتی ہوئی آندھی نے امت محمدیہ کے رعب و دبدبہ کو ختم کردیا ہے اور ان کی جگہ کمزوری اور کم ہمتی نے حاصل کرلی ہے۔ مگر اس کے جواب میں کہا جانے لگا کہ دوسری اقوام جو بام عروج پر پہنچی ہیں کب ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں؟ ان کی ترقی اور قوت کار کی مختلف توجیہات کی جانے لگیں۔ اس عالم کسمپرسی میں چند کرنیں انیسویں صدی کے آخر میں بکھرنے لگیں۔ کچھ مسلمان مفکرین اسلامی ہدایات کے امین بن کر نمودار ہوئے۔ جنہوں نے مشرق و مغرب کے علوم کا عمیق مطالعہ کیا۔ مسلمانوں کے انحطاط اور دیگر اقوام کے عروج کے اسباب و عمل کا جائزہ لیا اور مسلمانوں کے سامنے اسلام کے عالمگیر پیغام کو رکھا۔

تحریر۔ محترم گوہر ملسیانی

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے ابتدائی چالیس سال مغربی ثقافت کے گھناؤنے سائے پھیلنے کا زمانہ ہے اور اسی دور میں مغرب نے علوم و فنون میں اپنا تفوق قائم کیا اور اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی ثقافت سے مسلمانوں کے رشتے کو توڑنے کی ہمہ جہت کوششیں شروع ہوئیں۔ اس دور میں بعض مسلمان مفکرین نے مغربی نقطہ نظر کو سمجھا اور اپنے فراموش کردہ سبق کو پھر زندہ کرنے کی بھرپور جدوجہد شروع کی اور مفکرین نے میدان میں ثقافت کے جملہ پہلوؤں پر سوالات اٹھائے اور ثابت کیا کہ مغربی ثقافت اپنی تمام چکاچوند کے باوجود انسانیت کے لئے زہر پھیلا رہی ہے جبکہ اسلامی ثقافت فطرت انسانی کے عین مطابق اور اس کی کامیابی و کامرانی کی ضامن ہے۔ صرف دنیوی زندگی میں رعنائیاں کامیابی کی دلیل نہیں بلکہ اخروی زندگی میں کامیابی حقیقی کامیابی ہے۔ اس لئے مسلمان مفکرین نے اسلامی ثقافت کی روح کو پیش کرنے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے۔ ملت اسلامیہ کی ماضی کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا اور اسلامی ثقافت کے ممتاز پہلوؤں کی تصویر کشی کی گئی۔ انہوں نے اپنے قلم کے ذریعے اسلامی ثقافت کی روح کو پیش کیا اور مفکرین عالم کے سامنے یہ بات واضح کردی کہ اسلامی ثقافت حقیقت میں اسلامی نظریہ حیات ہی کا نام ہے۔ اور تصورات عالم میں اسلامی نظریہ حیات سب سے زیادہ فطرت انسانی کے قریب ہے۔ بلکہ اس کو اپنانے سے ہی حقیقی کامیابی نصیب ہوسکتی ہے۔

توحید

اسلامی ثقافت میں نقطہ توحید ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے جس کے گرد اسلامی ثقافت کی دیگر خصوصیات گھومتی ہیں۔ اسی عقیدے نے مغربی تصور تثلیث پر کاری ضرب لگائی اور خودی کے سرنہاں لا الہ الا اللہ کی ضرب کاری نے مغربی تصورات کے غبارے سے ہوا نکال دی۔

رسالت

دوسری بے حد اہم قدر رسالت پر ایمان کے تصورات کو محیط ہے۔ جس کے لئے مغربی افکار نے ایک نئی بروزی نبوت کا فنکارانہ اور شاطرانہ نظریہ پیش کیا اور اسلامی تصورات کو پارہ پارہ کرنے کی جسارت و کوشش کی۔ مگر اسلامی مفکرین نے ان کے ان ناپاک عزائم کا بھی منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے امت کو سمجھایا کہ اسلامی ثقافت کا ایک پہلو نبوت ہے اور ولالت کے مدارج اور عمل کی تخصیص ہے۔ نبوت اور ختم نبوت یعنی رسالت محمدیہ کی خاتمیت کو اسلامی ثقافت کی روح قرار دیا۔ قرآن مجید کے حوالے سے بھی بتایا گیا کہ نبوت ایک منصب ہے جو اللہ تعالیٰ جلیل القدر نبیوں کو اس لئے عطا کرتا ہے کہ بنی نوع انسان کی رہنمائی کریں اور اس کی تعلیم و تربیت کچھ اس انداز سے کریں کہ وہ خود اپنی ذمہ داری سے کامیابی حاصل کرے۔ انبیاء کرام ایک دعوت لے کر آئے اور زمانے کی رو میں داخل ہوئے بغیر تاریخ کا رخ بدلا۔ علم و عمل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا اور پوری زندگی کا صحیح راستہ دکھایا۔ لہذا نبوت سے نوع انسانی کی ذہنی' اخلاقی' سیاسی اور اجتماعی زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس سے دو

باقی ص ۲۶ پر

تیسری اور آخری قسط

ترجمہ:۔ سید وقار احمد' لندن

تین نومسلمہ انگریز عورتوں کے پیغامات

قدیم مسلمان عورتوں کے نام

"ڈیلی میل" "لندن کے چند مشہور روزناموں میں سے ایک ہے۔ اس نے ۲۷ دسمبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں تین تعلیم یافتہ برطانوی نژاد خواتین کی داستان اسلام شائع کی ہے۔ اس اخبار نے اس تبدیلی کو حیرت انگیز تبدیلی کہا ہے اور لکھا ہے کہ باوجود مغرب کے پروپیگنڈے اور تاثر کے کہ "اسلام میں عورتوں کو آزادی نہیں ہے" پھر بھی پچھلے سالوں میں بیس ہزار سے زیادہ مرد اور عورتیں مسلمان ہو چکی ہیں اور ہماری اطلاع کے مطابق ان میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے صرف ایک شہر گلاسکو میں ہر مہینہ کم از کم ایک عورت ضرور دائرۂ اسلام میں داخل ہوتی ہے۔ ہم اخبار "ڈیلی میل" کے شکریہ کے ساتھ تین شماروں میں اس کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ (منظور احمد الحسینی' لندن)

اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک دوسرے پر رحم کرو اور ایک دوسرے کی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرو' ہدیٰ

نام ہدیٰ خطاب۔ عمر ۲۸ سال۔ اسلام لانے سے قبل نام سا تھا۔ بلیک پول (یو۔ کے) میں پلی بڑھیں۔ ان کے والد نیوکلیئر پلانٹ کے سپروائزر تھے۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران ہدیٰ نے اسلام قبول کیا اور شام کے ناصر صاحب سے شادی کر لی۔ اب ہدیٰ پارٹ ٹائم کرتی ہیں اور باقی وقت اسلام کے بارے میں کتابیں لکھنے میں صرف کرتی ہیں۔

ہدیٰ کہتی ہے!

ہمارا خاندان کوئی زیادہ مذہبی نہ تھا۔ لیکن میں اور میرے بھائی اتوار کو گرجا میں بچپن ہی سے جایا کرتے تھے۔ ہماری تربیت ایک انگریزی ماحول میں ہوئی' جس طرح کہ عام انگریزی معزز گھرانوں میں ہوتی ہے۔ جب میں بارہ سال کی ہوئی تو میرے والدین نے آپس میں طلاق حاصل کر لی جو کہ میرے لئے بہت بڑا صدمہ تھا۔ حالانکہ میں اپنی کلاس میں ہمیشہ اول نمبر پر رہی لیکن میں خوش نہیں تھی۔ جسمانی لحاظ سے کچھ موٹی تھی اور لوگ مجھے چھیڑا کرتے تھے اور اسی لئے میرے دوست بھی کم تھے۔ پارٹیوں وغیرہ میں جانے کا مجھے کوئی خاص شوق نہیں تھا اور نہ ہی مجھے تمباکو نوشی' شراب نوشی اور منشیات سے لگاؤ تھا۔ شراب البتہ میں نے ضرور چکھی۔ میری سوشل لائف چرچ کا یوتھ کلب تھا جہاں میری دوست صرف لڑکیاں تھیں۔ میں شرمیلی نہیں تھی لیکن شروع سے ہی میرا نظریہ تھا کہ ایک عورت کو شادی ہونے تک اپنے آپ کو بوائے فرینڈز وغیرہ سے بچا کر رکھنا چاہئے۔

چار اے لیول حاصل کرنے کے بعد میں نے لندن میں اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز میں داخلہ لے لیا تاکہ میں عربی پڑھ سکوں۔ اسلام کے بارے میں میری معلومات بالکل صفر تھیں۔ لیکن جوں جوں میں عربی پڑھتی گئی میرا شوق اسلام کے بارے میں بڑھتا گیا۔ میں نے اپنے ایک استاد کے ذریعہ سے مسلمان لوگوں سے ملنا جلنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمان خاندان کے لوگ چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہوں آپس میں اس قدر قریبی تعلقات رکھتے ہیں۔ مجھے ان کا اس طرح سے رہنا اور بھی اچھا معلوم ہوا کیونکہ میرے والدین علیحدگی اختیار کر چکے تھے۔ دوسرا اہم پہلو اسلام کے وہ اصول اور احکامات تھے جن کو اسلام نے بڑی سختی سے نافذ کیا ہے۔ خاص کر شادی سے پہلے جنسی اختلاط کی سختی سے ممانعت نے میرے اپنے اس نظریہ کی تائید کی جو کہ بچپن ہی سے میرے ساتھ تھا لیکن جس چیز نے مجھے اپنی طرف کھینچا وہ تھا پردہ' جو کہ مسلمان عورتیں پہنتی ہیں۔ عورتوں کا اسلامی لباس دوسرے لوگوں کی نظریں عورت کے جسم سے ہٹا دیتا ہے۔ اور مجھے یہ نظریہ بہت ہی پسند آیا کیونکہ میں بچپن میں اپنے موٹا ہونے کی وجہ سے لوگوں کے تمسخرانہ چھیڑ چھاڑ کا شکار بھی رہ چکی تھی۔ مغربی کلچر عورتوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ بن سنور کر پھریں اور اپنے جسم کی نمائش کریں۔ لیکن اس کے برخلاف عورتوں پر یہ بھی الزام عائد ہے کہ وہ مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں۔ حجاب سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ اپنے جسم کی نمائش کرتی پھریں۔

یونیورسٹی کے پہلے سال میں ایسٹر کی چھٹیوں تک میرا علم اسلام کے بارے میں کافی بڑھ چکا تھا۔ اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب مجھے اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے۔ لندن کی ریجنٹس پارک مسجد میں میری ملاقات کیٹ اسٹیونز سے ہوئی جو کہ اسلام لانے سے پہلے ایک بہت ہی مشہور گانے والے تھے اور اب یوسف اسلام کے نام سے مشہور ہیں اور ایک امریکن نومسلم خاتون بھی وہاں موجود تھیں۔ ان خاتون سے میری دوستی کافی مہینوں سے تھی۔ دو مہینوں کے بعد میں نے بہت سی خواتین کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد چند خواتین مجھے اپنے گھر لے گئیں اور یہاں پر میرے اعزاز میں ایک پارٹی کا انتظام اسی وقت کر ڈالا اور مجھے خوش آمدید کہا گیا۔ شروع میں تو مجھے ایسا لگا کہ میں ایک عجیب ٹرانس میں ہوں لیکن ایسا لگتا تھا کہ مجھے جہاں پہنچنا تھا وہاں پہنچ گئی ہوں۔ چند ہی دنوں کے بعد میں ایک مسلم عورتوں کے ہاسٹل میں منتقل ہو گئی۔ جہاں پر میں نے یہ سیکھا کہ مسلمان عورت کو کس طرح رہنا چاہئے۔ میں نے اپنا نام ہدیٰ میں تبدیل کر لیا۔ جس کا مطلب ہے ہدایت۔ میری فیملی مجھے ابھی تک میرے پرانے نام سے پکارتی ہے۔ ابتداء میں تو میری فیملی بڑی مایوس اور شاک ہوئی۔ میرے والد نے کہا کہ اسلام تم کو ہم سے دور کر دے گا وہ یہ بھی امید کرتے رہے کہ یہ ابھی ایک دور ہے جو کہ گزر جائے گا لیکن اب وہ آہستہ آہستہ میرے مسلمان ہونے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ سماجی طور پر میری کچھ انگریز دوست کافی حیرت زدہ ہوئیں۔ چند نے تو کوئی پرواہ نہ کی اور کچھ میری دوست ابھی تک ہیں۔ مجھے اسلام کے بعض اصول بہت آسان نظر

اب میرے تمام کپڑے اسلامی طریقہ پر سلے ہوئے ہیں' اب ان کو پہننا قدرتی امر معلوم ہوتا ہے' ہدیٰ

مجھے دو چیزوں نے اسلام کی طرف کھینچا۔ اول۔ شادی سے پہلے اسلام میں جنسی اختلاط کی سختی سے ممانعت

دوم۔ پردہ اور عورتوں کا اسلامی لباس جو دوسرے لوگوں کی نظریں عورت کے جسم سے ہٹا دیتا ہے' نومسلمہ بدلی

آئے۔ پانچ وقت کی نماز میرے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا لیکن حجاب کو اپنانے میں تھوڑی دقت ضرور پیش آئی۔ چھ مہینے میں میں اس کی عادی ہو گئی اور اب میرے تمام کپڑے اسلامی طریقہ پر سلے ہوئے ہیں اور اب تو ان کو پہننا قدرتی امر معلوم ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران ہی میری شادی ہو گئی۔ میری خواہش تھی کہ میری شادی اسلامی طریقہ پر ہی ہو اور مرد کا انتخاب بھی اسلامی طریقہ سے ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی ایک سہیلی کو اعتماد میں لیا اور اس کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ میرے لئے ایک مناسب شوہر کا انتخاب کرے۔ میری اس سہیلی نے اپنی کچھ اور سہیلیوں کے ذریعہ میری ملاقات ناصر صاحب سے کروائی جو کہ سول انجینئر ہیں۔ جب میری پہلی ملاقات ناصر سے میری دوستوں کی موجودگی میں ہوئی تو میں کافی نروس تھی۔ میں نے کوشش کی کہ اسلامی دائرہ میں رہ کر اپنے آپ کو پیش کر سکوں۔ مجھے تو ایسے آدمی کی تلاش تھی جو کہ صحیح معنوں میں مسلمان ہو اور شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ میرا دوست بھی ہو۔ پہلی ملاقات کے بعد جب مجھے سوچنے کا موقع ملا تو میں نے محسوس کیا کہ ناصر میں وہ تمام خصوصیات ہیں جن کو کہ میں تلاش کر رہی تھی۔ دوسرے دن مجھے پتہ چلا کہ ناصر بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔ ہم اس کے بعد کئی دفعہ ایک دوسرے سے اپنے دوستوں کی موجودگی میں ملے۔ چند دنوں کے بعد ہم نے منگنی کر لی اور چھ مہینے کے بعد ہماری شادی ہو گئی۔ میں نے دیکھا ہے کہ مغربی سوسائٹی میں عورت شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ جنسی اختلاط رکھتی ہے۔ شادی سے پہلے میں کافی نروس تھی۔ شادی کے بعد جیسا کہ عام ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ اس بات کی عادت ڈالنی ہوتی ہے کہ اب ایک سے دو ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم ایک دوسرے کے دوست بن گئے جو کہ خاوند ہونے سے زیادہ میری نظر میں ضروری تھا۔

ناصر نے مجھے شادی سے پہلے بغیر حجاب کے نہیں دیکھا تھا اور مجھے یہ ڈر تھا کہ شادی کے بعد بغیر حجاب کے ناصر مجھے پسند کریں گے یا نہیں۔ خوش قسمتی سے ہم دونوں شروع سے بہت خوش تھے۔ شادی کے بعد مجھے اس بات کا بھی عادی ہونا تھا کہ گھریلو زندگی کھانا پکانا اور اس بات کا احساس کہ میرے ساتھ اب کوئی اور بھی ہے جو کہ میرا خاوند ہے۔ اور ہم نے اسلامی طرز زندگی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ ناصر فل ٹائم کرتے ہیں اور میں پارٹ ٹائم کام اور گھر کا انتظام کرتی ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ناصر بھی بچوں کے کپڑے تبدیل کر دیا کریں لیکن میرا انگریز شادی شدہ بھائی بھی ناصر جیسا ہی ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ عورتیں مردوں کی اطاعت کریں۔ جس کو کہ مغربی سوسائٹی کی عورتیں کافی برا سمجھتی ہیں۔ لیکن اسلام نے عورتوں کی ذمہ داری اور اس کے قوانین صاف لفظوں میں بیان کر دیئے ہیں۔ اس بات سے کوئی فائدہ نہیں کہ عورتیں مردوں کے برابر بننے کی کوشش کریں۔

اسلام نے عورتوں کا کام عورتوں ہی کے ذمہ رکھا ہے اور مردوں کا کام مردوں کے ذمہ رکھا۔ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک دوسرے پر رحم کرو اور ایک دوسرے کی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرو۔

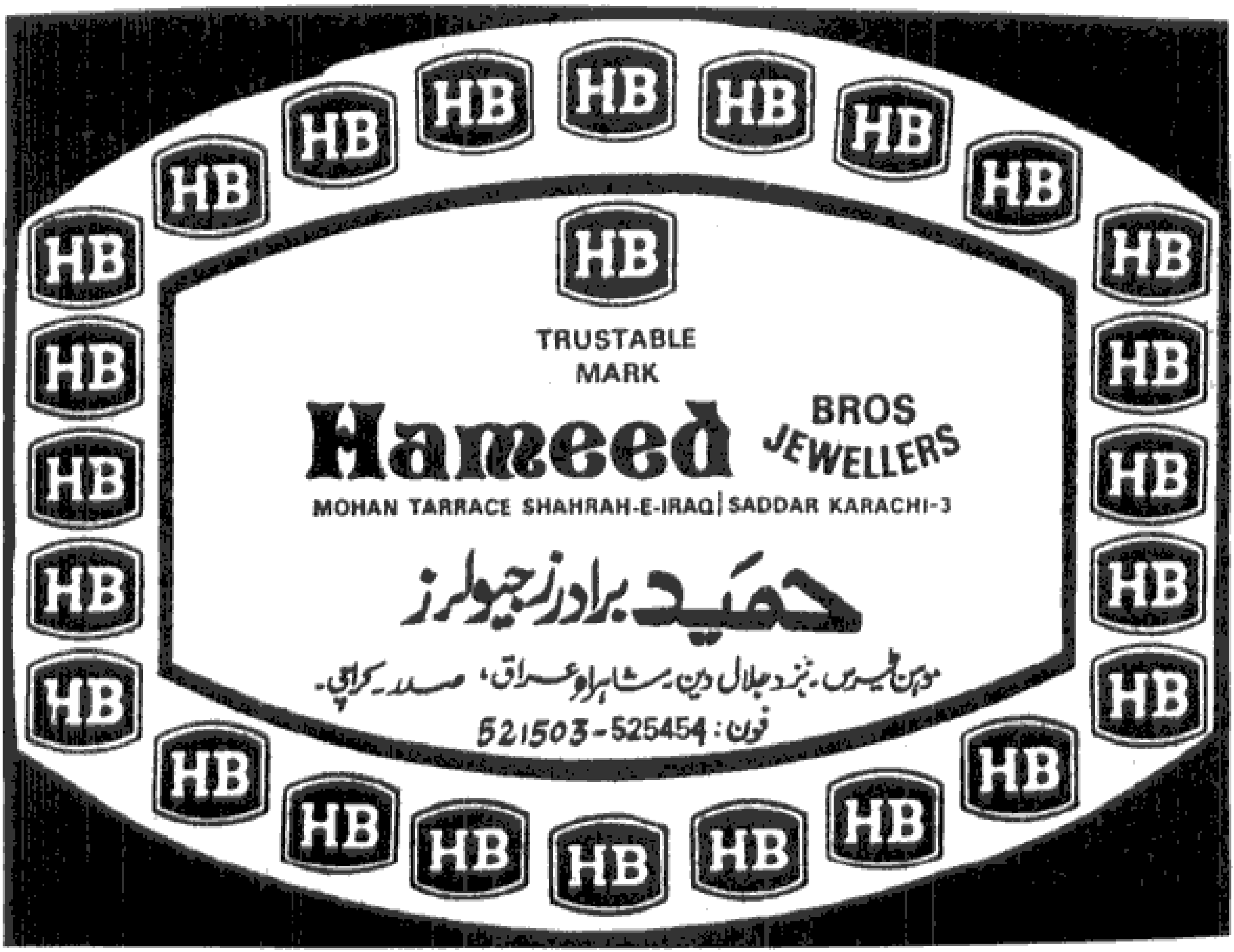

گاہے گاہے باز خواں

بُرہان: ایک عیسائی پادری کے جواب میں

سیرت النبیؐ کی مشہور کتاب "رحمتہ للعالمین" کے مصنف مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا یہ ایک خط ہے جو ایک عیسائی پادری کے جواب میں ہے۔ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا تھا۔ ہم اسے افادہ عام کی خاطر قارئین ختم نبوت کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم فی العلمین انک حمید مجید‘ اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم فی العلمین انک حمید مجید

اما بعد۔ پادری صاحب نے یکم اگست ۱۹۱۳ء کو مجھے خط لکھا اور چند سوالات کے جواب مانگے تھے سو‘ اتفاق سے یہ خط کسی ایسی جگہ پر رکھا گیا کہ مجھے ان دنوں میں نہ ملا جب تعطیلات دسمبر میں کاغذات کو اچھی طرح دیکھنے بھالنے سے اصل خط مل گیا اور جواب لکھا گیا مسلمانان پٹیالہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس خط کو چھاپ دیا جائے میں نے اس تجویز کو پسند کر لیا مگر یہ مناسب نہیں سمجھا کہ پادری صاحب کا نام ان کی اجازت کے بغیر ظاہر کیا جائے

مجھے امید ہے کہ برادران دین اور طالبان حق کو اس کے مطالعہ سے شادمانی و مسرت ملے گی اور سعادتمندان ازلی کے لیے یہ مختصر تحریر دعوت الی الحق ثابت ہوگی۔ والسلام

احقر محمد سلیمان عفی عنہ

۲۷ دسمبر ۱۹۱۳ء

یکم اگست ۱۹۱۳ء

کرم فرمائے بندہ جناب قاضی دام الطافکم

بعد سلام عرض ہے کہ کل میں نے پرچہ المسلم غازی محمود صاحب کسی دوست کی معرفت دیکھا آپ کا خط پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور مناسب خیال کیا کہ آپ سے خط کی معرفت تعارف حاصل کروں میں نے المسلم من اول الے آخر دیکھا اور غور سے پڑھا بطور نمونہ عرض کرتا ہوں کہ کاتب کی غلطی تک معلوم کریں ملاحظہ فرماؤ ۲۳ سطر آخری جلد اول ماہ جولائی یوتہ نبی نہیں ہے بلکہ اعمال ۱۸ اور ۲ میں یوئیل نبی ہے خیر مطلب یہ ہے کہ میں نے خوب غور سے پڑھا چونکہ آپ کو ایک آزاد محقق خیال کیا اس لئے چند باتوں کی بابت عرض کرنا مناسب خیال کیا مسیحی خیال ان باتوں پر مبنی نہیں ہے جو امہات المومنین یا تعلیم محمدی یا تواریخ محمدی یا کسی اور مباحثہ کی کتاب میں پائی جاتی ہیں بلکہ مسیحی خیال توریت و دیگر صحف انبیاء و انجیل شریف کی درجہ بدرجہ تعلیم پر مبنی ہے یعنی توریت شریعت ہے اور انجیل کمال ہے اس میں کوئی درمیانہ درجہ یا کمال باقی نہیں جو کسی اور کتاب کی ضرورت ہو البتہ قرآن شریف عربی عربی نبی کو جو عربوں کی دعوت کے لئے عربی میں ملا۔ تاکہ عذر رفع ہو و کنا عن دراستھم لغافلین اور اگر بڑی ضرورت ہو تو اسی قدر جو توریت کی ہے ورنہ۔ نہ انجیل کا قرآن مقابل ہے اور نہ محمدؐ صاحب مسیح کا محمدؐ صاحب انسانی ضروریات کا نمونہ ہے اور اسی لئے اس کے خاصے نہ صرف عبادت اللہ کی بابت ہیں۔ جیسا تہجد وغیرہ بلکہ انسانی خواہشات کی بابت بھی۔ لیکن محمدؐ صاحب برخلاف دین مشرکان دین انبیاء سابقہ کی طرف داعی ہیں اور اس زمانہ میں عمدہ سائز پر گھرست ہونے کا نمونہ ہیں۔ لیکن مسیح الٰہی قدرت و صبرو کمال کا معلم و نمونہ ہیں اسلئے کلمۃ اللہ و روح یا کلام اللہ کہلایا گیا جو مظہر اللہ کے ہم معنے ہو سکتا ہے اور نیز آدم ثانی کہلایا کیونکہ۔ جیسا آدم اول کے سبب فطر انسانی میں گناہ داخل ہوا۔ اسی طرح آدم ثانی کے سبب فطرت انسان سے گناہ خارج ہوا اور یہ شفاعت کا پہلا درجہ ہے۔

لیکن حضرت محمدؐ صاحب بموجب استثناء ۱۵ ر ۱۸ موسیٰ ثانی کہلایا نہ آدم ثانی مطلب یہ ہے کہ محمدؐ صاحب رسول عربی ہیں۔ اور اگلے مطلب کو پوار کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی کل اولاد بموجب برکت مخلوقات ہو جاتی ہے۔

گویا یہی ہوا کہ شریعت موسیٰ عبرانی اور شریعت محمدؐ عربی۔ دونوں ابراہیم کی نسل سے چلیں۔ لیکن فضل و کمال مسیح سے ملا تاکہ خاکی انسان الٰہی خصلت تک پہنچے

یہ مختصر نقشہ میرا امید ہے آپ کو میرا مطلب ظاہر کردیگا۔

قرآن شریف بھی میرے اس نقشہ کو مانتا ہے افسوس کی بات ہے کہ میں جو دل میں رکھتا ہوں۔ عمدہ طور سے ادا نہیں کر سکتا۔ تو بھی عاقل را اشارہ کافی ست۔ کیا آپ ان خیالات پر کیا رائے دیتے ہیں

میں امید کرتا ہوں کہ اس میدان سے باہر کی بات ضروری نہیں ہے یعنی اس طرح پر ہم غور طلب سوالات بنا سکتے ہیں

(۱) توریت و صحف انبیاء و انجیل و قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

(۲) حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کے مدارج کیا ہیں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

(۳) حضرت عیسیٰ کس بات پر نمونہ ہیں۔ اور حضرت محمدؐ صاحب کس میں؟

(۴) حضرت محمدؐ صاحب کی ذاتی زندگی کا برتاؤ انسانی حاجتوں میں کس زمانہ کے لوگوں سے مقابلہ کریں تاکہ عمدہ اور اعلےٰ ثابت ہو؟

(۵) کیا آپ میرا مطلب جان گئے ہیں۔ اور میری مدد کس قدر کر سکتے ہیں

مکرم بندہ جناب پادری صاحب زاد عنایتکم

تسلیم یکم اگست کا خط ملا مشکور فرمایا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے چند مسائل کو آزادانہ بحث میں لانا چاہتے ہیں۔

چونکہ یہ مناسب ہے خط کے شروع میں جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر نہیں۔ اور آپ کی شریعت کو شریعت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ جملہ امور جناب کی تحریر سے صاف نمایاں ہیں۔ اور مخاطب کو راقم کی منصفانہ روبہ کا تیقن دلانے کے موکد ہیں

جناب نے چند سوالات کئے ہیں۔ لہٰذا ان کے متعلق ذیل میں گذارش کی جاتی ہے

پہلا سوال جواب کا یہ ہے کہ توریت و صحف انبیاء اور انجیل اور قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں

پہلا جواب آپ نے اپنے خط میں ایک جگہ توریت کو شریعت اور انجیل کو کمال تحریر کیا ہے پس اس

فقرے کو صحیح رکھتے ہوئے مجھے صرف یہ بتلا دینا ہے۔ کہ قرآن مجید مہیمن ہے۔ مہیمن کے معنے یہ ہیں کہ جامع شریعت اور کمال دونوں پر حاوی ہو۔ قرآن مجید کا یہ نام تو قرآن مجید میں موجود ہے مگر مجھے شک ہے کہ انجیل میں بھی اس کا نام کمال موجود ہے یا نہیں

دوسرا جواب توریت اور قرآن مجید میں ایک خاص بات ہے جو انجیل میں نہیں ہے یعنی توریت اور قرآن مجید کے الفاظ و عبارات کی اشاعت خود موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی تھی۔ لیکن موجودہ انجیلوں میں سے کسی انجیل کو حضرت مسیح کے ملاحظہ میں آنے کا شرف حاصل نہیں ہوا

متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا۔ کی انجیلوں کے لکھے جانے اور ترتیب دیے جانے کی ہسٹری سے جو آنجناب نے بھی مشن اسکول میں پڑھی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود کے بعد لکھی گئی تھیں۔ اور ان میں سے بعض کا سن تالیف حضرت مسیح علیہ السلام سے ۷۵ سال بعد کا ہے

توریت و قرآن شریف کے مقابلہ میں انجیل میں یہ ایسا فرق ہے جو بدیہی ہے اور جس کا علمائے مسیحی کو بھی اقرار ہے اور یہ ایسا اقرار ہے جس سے کوئی مسیحی عالم انکار بھی نہیں کر سکتا کیونکہ جناب لوقا اپنی انجیل کے شروع میں فرماتے ہیں

چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کریں جس طرح سے انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لئے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں تاکہ تو ان باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی جانے۔ ہم کو بزرگ لوقا کا مشکور ہونا چاہئے کہ انہوں نے بتلا دیا کہ جو روایت ان تک پہنچی تھی۔ اس اول بزرگ لوقا نے صحیح طور پر دریافت کیا۔ اور پھر ترتیب دیا۔ اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ ان انجیلوں کو درجہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا مسلمانوں میں کتب احادیث کا ہے کیونکہ وہ بھی بزرگ عالموں نے روایت سے بیان کی ہیں۔ البتہ کتب احادیث کا درجہ اس لئے بالا تر رہیگا کہ انہوں نے روایت کے ساتھ راویوں کا سلسلہ بھی بیان کر دیا ہے اور ہر ایک راوی کی لائف بھی بیان کی ہے اور ان اصول کو بھی بیان کر دیا ہے جن پر مصنف نے اپنی دریافت کے وقت عمل کیا تھا مگر یہ سب باتیں انجیلوں میں نہیں ہیں

بزرگوار لوقا کی شہادت کے بعد آپ انجیل کو اس ضروری اور بزرگ ترین صفت سے جو قرآن مجید و توریت کو حاصل ہے خالی دیکھیں گے

اب آپ اس امر سے بھی واقف ہیں کہ متی۔ مرقس۔ یوحنا۔ لوقا کے بعض بعض بیانات وہ ہیں جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے چونکہ لوقا کے سوا اور کسی بزرگ مصنف نے یہ نہیں کہا کہ اس نے بھی صحیح طور پر دریافت کے بعد ان روایتوں کو لکھا ہے اس لئے کیا ہم یہ تصور کرلیں؟ کہ صرف لوقا کی انجیل ہی صحیح ہے۔ اگر ہم اسے صحیح قرار دیں گے تو ان دو بزرگوں کی تحریر کو کیا کہیں گے جن کی بابت یہ بیان ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے کاموں کو خود دیکھا تھا؟ اور اگر وہ صحیح ہیں؟ تو بزرگ لوقا کی تحریر کے کیا معنے ہوں گے

جہانتک میں جانتا ہوں لوقا تو پولوس کے ممتاز شاگرد ہیں۔ اور پولوس وہ ہیں جن کی نسبت مسیحی علماء کا اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام کی روحانیت نے عالم روحانی سے ان کی دستگیری کی تھی۔ اسی لئے بزرگوار پولوس اکثر مسائل میں ان حواریوں کو بھی ڈانٹ بتلا دیتے ہیں جن کو مسیح نے اپنے سامنے اپنی تعلیم کے لئے منتخب کر لیا تھا

الغرض ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک محقق کے لئے یہ دشوار ہو جاتا ہے کہ اس صفت میں انجیل کو توریت و قرآن کے برابر سمجھ سکے

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا توارت بھی قرآن کے برابر ہے؟ کچھ شک نہیں۔ کہ وہ دو لوحیں جو موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے لائے تھے۔ قرآن کے برابر تھیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے جو نقل ان دو لوحوں کی کی وہ بھی قرآن کریم کے برابر تھی۔ لیکن یہ سوال کہ اس وقت بائبل میں جو پانچ کتابیں حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہیں وہ بھی قرآن کے برابر سمجھی جاسکتی ہیں یا نہیں۔ قابل غور ہے

یہودی اور عیسائی عالموں کی راویوں میں ان کتابوں کی نسبت عجیب عجیب اختلاف ہیں

جن عالموں کا یہ اعتقاد ہے کہ پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیں ان میں بھی اختلاف ہے اور وہ ان کتابوں کو بالکل وحی نہیں مانتے ہیں مشہور محقق پوسی مین کا اعتقاد ہے کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ان ایام کی ہے جب وہ اپنے خسر کے پاس مدائن میں ٹھہرے ہوئے تھے یعنی زمانہ نبوت سے پہلے کی

ان اختلافات سے یقین ہوتا ہے کہ موجودہ توریت میں سے وہی حصہ قرآن کے برابر ہے جو بلا کسی اختلاف کے الہامی ہے

ایسا حصہ صرف دس احکام ہیں اور بادی النظر میں باور ہوتا ہے کہ ان پر کچھ اختلاف نہ ہوگا لیکن مذہب پرانسٹنٹ کے بانی لوتھر صاحب کے جو سخت ریمارک ان دس احکام اور اس کے تعمیل کنندہ کے متعلق ہیں وہ تو دل ہلا دینے والے ہیں

صحف انبیاء سے آپ کی مراد غالباً وہ صحیفے ہیں جو مجموعہ بائبل میں آج کل شامل ہیں لیکن ان پر بھی علمائے یہود و مسیحی کا اتفاق نہیں ہے

یہود کا فرقہ سامریہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں اور کتاب یوشع اور کتاب القضاۃ کے سوا اور کسی کتاب کو نہیں مانتا کتاب یوشع کی بابت جناب کو معلوم ہوگا کہ

ڈاکٹر لننٹ فٹ اسے فینحاس کی تصنیف بتاتا ہے

کالون اسے العازر کی تصنیف بتاتا ہے

ہنری اسے یرمیا علیہ السلام کی تصنیف بتاتا ہے

واٹسن اسے سموئیل کی تصنیف بتاتا ہے

کتاب القضاۃ کے مصنفوں میں اور زمانہ تصنیف میں بھی اسی طرح اختلاف ہے اسی طرح بہت کتابوں کا حال ہے اور بعض کتابوں کی نسبت تو علماء یہود و مسیح کی رائیں بہت سخت ہیں

کتاب ایوب کو فرضی شخص کا قصہ بتلایا گیا ہے

غزل الغزلات کو وسٹن نے اوباشانہ راگ بتلایا ہے

امثال سلیمان کا مصنف بھی ایک شہزادہ کا کاردین بتلایا جاتا ہے

زبور میں سے کوئی تو داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں صرف دس بابوں کو بتلاتا ہے کوئی بیس کو

کوئی عالم کتاب زبور کو آدم علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام و آرساف و سلیمان و جدو تھن اور فرزندان قورح کی بتلاتا ہے

کوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام بھی ایزاد کرتا ہے

تو کتابیں اس مجموعہ میں ایسی ہیں جنہیں یہود بالکل تسلیم نہ کرتے تھے اور مسیحی بھی ان میں سخت اختلافات رکھتے تھے

ان حالات پر میرے دوست کا سوال ہی عجیب ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ان کی باہمی نسبت کیا ہے

یہ جواب ان تاریخی معلومات پر مشتمل ہے جو علمائے مسیحی نے ہمارے لئے بہم پہنچائے ہیں

اگر معزز مخاطب اسے پسند نہ فرمائے تو مجھے بھی اس کی بابت کچھ زیادہ اصرار کرنا ضروری نہیں۔ میرا پہلا جواب جو آپ کے الفاظ کو ملا کر دیا گیا ہے پسند فرمالیجئے توریت شریعت ہے انجیل کمال۔ اور قرآن مجید مہیمن۔

قرآن مجید کے مہیمن ہونیکا آپ کو اقرار نہ ہوگا گو آپ اسے ایک شریعت مان لینے پر تیار ہیں

قرآن مجید کو مہیمن ثابت کرنے کے لئے مجھے دو ہی باتوں کا ثبوت دینا چاہئے (۱) وہ مثل توریت شریعت ہے (۲) وہ مثل انجیل فضل و کمال ہے جزو اول کا آپ کو اقرار ہے بس اب مہربانی سے یہ فرما دیجیے کہ جزو دوم کا کیوں انکار ہے کیا انجیل میں کوئی ایسی تعلیم ہے جو قرآن مجید میں نہیں

میرے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھکر آپ کا ذہن شاید فوراً کفارہ و تثلیث و ابنیت و الوہیت کے مسائل کی جانب منتقل ہوگا اور ممکن ہے کہ آپ مجھے یہ تحریر فرمانا چاہیں کہ یہ ہیں وہ خاص معارف و اسرار و رموز و غوامض جن سے قرآن خالی ہے لیکن ایسی رائے قائم فرمانے یا قلم بند کرنے

سے پیشتر جناب کو یہ غور کر لینا ضروری ہوگا کہ میرے نزدیک اور سب مسلمانوں کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ تو حجت و دلیل بن سکتے ہیں لیکن کسی دوسرے کے الفاظ یہ درجہ ہرگز نہیں رکھتے

حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ کے علاوہ کسی اور دوسرے شخص کے قلم یا عبارت یا مذہبی کونسلوں کی کسی قرار داد کو بطور دلیل کے پیش نہ فرمایئے اور جب اس احتیاط سے آپ دلیل کی تلاش کریں گے تو پھر آپ کو مجموعہ اناجیل میں کوئی نئی بات جو قرآن مجید میں نہ ہو نہیں ملے گی غالباً چاروں انجیلوں میں سب سے بڑا رتبہ عیسائیوں کے ہاں یوحنا کی انجیل کا ہے لیکن وہ بھی اس مدعا میں قاصر رہ جائیگی۔ میرا مدعا خدانخواستہ اس جگہ اناجیل اربعہ میں سے کسی انجیل کی وقعت کے خلاف کچھ کہنے کا نہیں۔ کیونکہ یہ میرا شعار ہی نہیں۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع اناجیل اربعہ سے یہ مسائل اور یہ مطالب مستنبط نہیں ہو سکتے

میں اس کی تائید میں یونی ٹرین کی تصنیفات کو بھی پیش کروں گا اور مذہبی کونسلوں میں پیش شدہ رایوں اور منظور شدہ رایوں کو بھی اور یہ سب مجموعۃً ثابت کریں گے کہ اگر اناجیل اربعہ خود ان مسائل میں کافی ہوتیں تو یہ تمام جدوجہد بیکار تھی

غرض میں ان مسائل کو بروئے تحقیقات مسائل بعد از مسیح قرار دیتا ہوں اور ان کے سوا دیگر جس قدر مسائل متعلق تکمیل انسانی و عرفان ربانی آپ انجیل سے ثابت کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں وہی مسائل زیادہ کمال اور زیادہ نور و خوبیاں کیساتھ آپ کو ملاحظہ کرائے جا سکتے ہیں جس سے ایک محقق بخوبی مطمئن ہو سکتا ہے کہ فی الواقع مہیمن ہونے کا درجہ قرآن مجید ہی کو حاصل ہے

یہاں تک پہلے سوال کا جواب ختم ہوا۔ یہ جواب بلحاظ اہمیت سوال کے بہت مختصر ہے مگر امید ہے کہ میرا مطلب واضح کرنے کے لئے کافی ہوگا

میں جب کہ قرآن حکیم کا مہیمن ہونا اس جگہ لکھ رہا ہوں تو یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ بعض مسیحی عالم قرآن پاک کی تفتیش اور طریقے سے کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم مضامین قرآن مجید کو بائبل کے سامنے پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس کا کونسا حصہ بائبل سے مطابقت رکھتا ہے اور کونسا حصہ نہیں جو حصہ مطابق ہو جائیگا وہ صحیح ہے۔ اور جو حصہ مطابقت نہ کھائیگا وہ قابل تسلیم نہیں

یہ اصول بظاہر خوش نما ہے مگر فریبندہ بھی خوشنما اس لئے کہ کلام الٰہی کی مطابقت کلام الٰہی سے کیجاتی ہے اسی لئے کسی کو انکار نہیں کرنا چاہئے

اور فریبندہ اسلئے ہے کہ اسی اصول کے موافق کوئی مسیحی عالم پسند نہیں کریگا۔ کہ عہد نامہ جدید (یعنے اناجیل اور اعمال و خطوط) کی مطابقت عہد نامہ قدیم کے ساتھ کیجائے

مسلمانوں کی طرف سے میں یہ عرض کرنے کو تیار ہوں کہ ہم اس اصول پر عمل کرنے کو آمادہ ہیں

یہ ظاہر ہے کہ اس اصول پر عمل کرنے کے لئے اس قدر قرار داد کا ہونا ضروری ہے کہ کلام کا کونسا حصہ ایسا ہے جس کے ساتھ باقی تمام حصص کی مطابقت کرنی چاہئے

ہم رفع نزاع کے لئے مان لیتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کی قریم ترکتابوں کو یہ درجہ عطا کیا جائے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں کو بطور معیار ٹھہرا لیا جاوے۔ اور پھر ان کتابوں پر ہر ایک تعلیم کو اسی ترتیب کے ساتھ جو بلحاظ زمانہ دنیا کے اندر پائی گئی ہے پیش کیا جائے یعنی یوشع کی کتاب سے لیکر ملاکی نبی کی کتاب تک کو

اور ان کتابوں میں سے جس جس کتاب یا باب یا جس جس درس کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے مطابقت نہ ہو اسے چھوڑ دیا جائے

اس کے بعد یہی طریق متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی کتابوں کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ تحقیق کنندہ حیران رہ جائیگا جب یہ دیکھے گا کہ عہد نامہ قدیم کی سب کتابیں آپس میں کس قدر زیادہ متفق و متحد ہیں۔ اور کیسے کیسے مختلف پیرایوں اور متعدد عبارتوں کے ساتھ ایک واحد مدعا کو بیان کرری ہیں

لیکن عہد نامہ جدید کا آغاز ہوتے ہی ایک جدید دروازہ کھل جاتا ہے اور مطابقت دہندہ کی پریشانی و حیرانی ترقی پر ترقی کرتی جاتی ہے

اس حیرانی سے رہائی پانے کیلئے کبھی کبھی بیچارہ تحقیق کنندہ یہ چاہا کرتا ہے کہ قدیم کے لئے تو لفظ قدیم ہی ایک ایسا عذر ہے کہ وہ جدید سے مطابقت نہ کھائے

اس لئے بہتر ہے کہ عہد نامہ جدید کی کتابوں کو باہم متوافق کر لیا جاوے۔ اس نیت سے جب یہ بیچارہ ان کتابوں کو دیکھتا ہے تو اس متی کے واقعات لوقا میں نہیں ملتے اور لوقا کی بہت باتیں مرقس میں پائی نہیں جاتیں۔ یوحنا کی انجیل کا تو کیا ہی کہنا ہے وہ تو اصول اور ارکان میں تینوں سے زیادہ چلتا ہے عیسائی محقق سے اندریں صورت یہ امید ہو سکتی تھی کہ وہ اس انجیل کو جو سب سے نرالی ہے اور نئے نئے اعتقاد سکھانے والی ہے بالکل نظر انداز کر دے گا۔ لیکن مشاہدہ بالکل ہمارے خلاف توقع یہ ہے کہ اسی انجیل کو بالاتر درجہ دیا جاتا ہے اور اسے جناب مسیح علیہ السلام کی اقنومیت کی خاص انجیل بتلایا جاتا ہے ان کے بعد اسے اعمال اور خطوط دیکھنے والے کی نظر پڑتے ہیں

محقق کو جلد نظر آجاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور برناس بطرس وغیرہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو جس طرح پر بیان کررہے ہیں پولوس کا بیان ان سے مطابقت نہیں کھاتا ہے بلکہ چند در چند ایسے مسائل ہیں جن میں جناب پولوس استحکام کے ساتھ اپنی رائے پر قائم رہتے ہیں اور ان حواریوں کا قول نہیں سنتے جنکو مسیح علیہ السلام نے اپنی تعلیم کا گواہ بنایا۔ اور جن کو دنیا بھرے سے برگزیدہ کرکے اپنے لئے پسند فرمایا تھا

عیسائی محقق کے لئے یہ اختلاف سخت کش مکش میں ڈال دینے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور وہ اس سے رہائی پانے کا ذریعہ صرف ایک ہی سمجھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی تحقیق کو ادھر سے ہٹا کر قرآن پاک پر لگا دے

ہم اس محقق کو خیر مقدم کہتے ہیں۔ اور نہایت کشادہ پیشانی سے آمادہ ہیں۔ کہ خود بھی ان کی تحقیق میں شامل ہو کر انہیں کافی معلومات بہم پہنچا سکیں

البتہ اپنی ناواقفیت کو دور کرنے کے لئے اس قدر ضرور پوچھ لینا چاہتے ہیں۔ کہ جناب من اس اصول کے موافق آپ قرآن مجید کو انجیل کے ساتھ مطابق کرنے کا کام پہلے شروع کریں گے۔ یا توریت کے ساتھ مطابق کرنے کا۔ ہماری طرف سے آپ دونوں طرح اپنی کارروائی کے آغاز کا اختیار رکھتے ہیں

اگر آپ نے پہلے پہل توریت کے ساتھ قرآن مجید کرنا چاہا۔ اور یہ دونوں کتابیں بیشتر اور اکثر مقامات میں متحد و مطابق ہو گئیں مگر انجیل کے مضامین ان متحدہ مضامین سے نہ ملے تب غلبہ کس طرف رہیگا؟

اور اگر بعض مسائل میں انجیل و قرآن پاک متحد ہو گئے۔ اور توریت سے اختلاف رہا۔ تو کیا وہاں توریت کو چھوڑ دیا جاویگا۔ غالباً توریت کا چھوڑنا اس لئے دشوار ہوگا کہ آپ نے شروع شروع میں اسی کو معیار ٹھہرایا تھا۔ کیا اب آپ انجیل و قرآن دونوں کو چھوڑیں گے؟ اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ ہیں۔ تو ہم کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ کہ آپ انجیل و تورات کے باہم متحد ہو جانے کی حالت میں ان مسائل کو بھی چھوڑیں۔ جو قرآن پاک نے تنہا بیان کئے ہیں۔ لیکن اگر آپ انجیل کو بہت زیادہ مسائل میں تورات سے مختلف پا کر بھی نہ تورات کی صحت پر شک رکھتے ہیں۔ اور نہ انجیل کا نرالا اختلاف آپ کے یقین و ایمان کو متزلزل کر سکتا ہے۔ تب ایسی حالت میں مسلمان نہایت زور سے کہیں گے کہ آپ خصوصیات قرآن مجید پر بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکتے

جناب من۔ مندرجہ بالا فقرات میں نے اسلئے لکھ دیئے ہیں۔ کہ آپ کے سوال کا تعلق بھی ان تینوں کتابوں کی باہمی تعلقات پر تھا

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ توریت میں طلاق دینے کی کتنی آسانیاں ہیں۔ اور جناب مسیح علیہ السلام نے کیونکر طلاق کو صرف ارتکاب زنا سے محدود کر دیا ہے۔ حالانکہ جناب مسیح علیہ السلام کا یہ بھی قول ہے۔ کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ تورات کا ایک شوشہ کم نہ ہوگا

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ ختنہ کے متعلق توریت میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اور یہاں تک حکم دیا گیا ہے۔

کہ بالایمان کو سبت کے دن غیر مختون کے گھر کے اندر نہیں داخل ہونا چاہیے۔ اور برخلاف اس کے جناب پولوس نے ختنہ کو کس قدر غیر ضروری ٹھہرایا ہے۔

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ جناب مسیح علیہ السلام نے شریعت کو کتنی فضیلت دی ہے۔ اور پولوس نے کتنے مقامات پر شریعت کو لعنت بتلایا ہے

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ مسیح علیہ السلام کے شاگردوں میں کتنا سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں کہ نجات صرف ایمان پر ہے۔ یا ایمان اور اعمال دونوں پر

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ انجیل کے ایک مقام پر کس طرح روزہ کی عدم ضرورت یہ کہکو بتلائی گئی ہے۔ کہ جب دولہا کے ساتھ برات ہوتی ہے۔ تو وہ بھوکے نہیں مرتے۔ اور دوسرے مقام پر بڑی بڑی کرامتوں کی طاقتوں کو دعاو روزہ کے ادا کرنے پر منحصر رکھا گیا ہے

غرض جہاں ایسے ایسے بیسیوں مسائل پائے جائیں۔ اور ایک مسیحی ان سب پر بطور ایمان کے اعتقاد رکھتا ہو۔ اسے یہ حق نہیں ہے۔ کہ پہلے ایک طبع زاد اصول بنائے۔ اور پھر اس کے موافق صرف قرآن مجید پر اعتراض کرنا چاہے

دوسرا سوال جناب کا یہ ہے:۔

کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مدارج کیا ہیں۔ کیا کیا خاص خدمت ان کے سپرد ہے۔

جناب من۔ یہ تینوں مقدس ہیں۔ خدا کے برگزیدہ ہیں۔ نبی ہیں رسول ہیں اولوالعزم ہیں۔ ان کے صدق و امانت پر ایمان لانا ہر ایک مومن کے لئے لازمی ہے۔

اب ان کی جداگانہ شان ملاحظہ ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام

کتاب خروج کا ۳ باب ملاحظہ ہو۔ نمبر اور س سے ۹ ورس تک خدا کا موسیٰ سے ہمکلام ہونا بیان ہوا ہے۔ اور ۱۰ ورس میں موسیٰ علیہ السلام کی خاص خدمت ان الفاظ میں ہے:۔ پس تو اب جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں۔ مصر سے نکال۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن یہی تھا۔ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو شریعت بھی دی گئی۔ اور وعدہ کی زمین کی طرف سفر جاری رہا۔ خدا کا وعدہ تھا۔ کہ موسیٰ اس قوم کو وعدہ کی زمین تک پہنچائیں گے۔ لیکن قوم کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دن پورے ہوگئے۔ اور وہ خود بھی وعدہ کی زمین میں داخل نہ ہوسکے۔

مصر سے قوم کو نکال لانا۔ ان کے لئے ایک شریعت دے جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاندار کارنامے ہیں۔ لیکن ان کا انجام اپنے مشن کی پوری کامیاب خورسندی کے ساتھ نہیں ہوا تھا

باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

بقیہ۔ اسلامی ثقافت و ختم نبوت

نتیجے مرتب ہوئے۔ ایک یہ کہ اسلامی ثقافت کا سرچشمہ نبوت ہے کیونکہ نبوت کے حوالے سے انسان کو قرآن مجید کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور دوسرا یہ کہ اس حوادثات و واقعات کی دنیا میں عملاً حصہ لینے کے لئے رسالت محمدیہ یعنی ختم نبوت کا سمجھنا ضروری ہوجائے گا۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک سنگم کی سی ہے۔ باعتبار سرچشمہ وحی کے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن باعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔

اسلامی ثقافت میں ختم نبوت کی اس اہمیت کا تاریخی جائزہ بھی کسی اہمیت سے کم نہیں ہے۔ ملت اسلامیہ کے ابتدائی دور میں اسلامی ثقافت کا مثالی زمانہ خلفائے راشدین کا زمانہ ہے جس میں اسلام کے اصولوں کے مطابق مدنی معاشرہ نظام سیاست و معاشرت اور معیشت میں ایک نمونہ کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تشکیل اور اس کی تکمیل کا عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔ رسالت محمدیہ کے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے' اس لئے اب سیرت محمدیہ اور کلام الٰہی کے حوالے سے امور سلطنت سیاسی اور معاشی معاملات اور سماجی اور معاشرتی اقدار معرض وجود میں آئیں گی اور ایسی پیشوائی کی مثالیں خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے خلفائے راشدین نے قائم کیں۔ اسی سے ملت واحدہ کا تصور سامنے آئے گا۔ گویا اسلامی ثقافت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے امور ختم نبوت کی وساطت سے رونما ہوں گے۔

ختم نبوت پر ایک اور زاویے سے بھی نگاہ دوڑایے تو معلوم ہوگا کہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے مکمل ضابطہ حیات آگیا۔ اس کی عملی صورت سنت کی شکل میں محفوظ ہوگئی۔ پھر آخری نبی نے جو تعلیمات و ہدایات بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے پیش کیں وہ زندہ ہیں تو پھر کسی دوسرے نبی یا ہدایت کی ضرورت کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ بقول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔

"اگر کوئی شخص دوپہر کے وقت کسی میدان میں اپنی شمع جلائے اور دعویٰ کرے کہ میں روشنی پھیلا رہا ہوں تو اسے کیا کہا جائے گا؟ یہی ناں کہ وہ پاگل ہے اور اس کا دماغی توازن درست نہیں۔"

تو اس تمثیل سے ختم نبوت کی حقیقت خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ جب سراج منیر موجود ہے تو لاکھوں کیا کروڑوں شمعیں جلایئے..... بلاضرورت اور معطل ہونے کی دلیل۔

خدائے بزرگ و برتر نے اسلام کی تعلیم مکمل کردی اور اس تعلیم کو ساری دنیا کے لئے کافی قرار دے دیا۔ یہی اسلامی ثقافت کا مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد اس کی رنگینیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال کے لحاظ سے دوسری کوئی ثقافت اس کی ہم پلہ نہیں۔ یہ اسلامی ثقافت ہی ہے جو سدا بہار ہے۔ ہر زمانے اور ہر دور میں اس کی رعنائی قائم رہے گی۔

نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ثقافت اپنی اخلاقی' روحانی اور سیاسی اور اجتماعی لحاظ سے ختم نبوت کے نور سے روشن ہے اور دنیا کی دیگر ثقافتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

بقیہ۔ انفاق فی سبیل اللہ

"ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔

لوگوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟"

آپ نے فرمایا۔

"اپنے دست و بازو سے محنت کرکے کمائے۔ پھر اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ خیرات بھی کرے۔"

جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض نہ ہو ان کو بھی صدقہ خیرات کرتے رہنا چاہئے تاکہ مالی عبادت کی سعادت بھی حاصل ہوسکے۔ صدقہ و خیرات میں خود غرضی یا ریاکاری نہیں ہونی چاہئے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

"(اور اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا) جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔"

(سورۃ النساء:۳۸)

"اگر علانیہ صدقات دو تو بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔"

(سورۃ البقرہ:۲۷۱)

اچھی سے اچھی اور بہتر سے بہتر چیز اللہ کی راہ میں فقراء اور مساکین کو دینے کا حکم یوں ہوا ہے۔

"اللہ کی راہ میں خرچ کرو ان عمدہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہیں۔ ردی چیزیں چھانٹ کر اللہ کی راہ میں نہ دو۔"

(سورۃ البقرہ:۲۶۷)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپؐ صحابہ کرامؓ سے فرماتے کہ۔

"تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔"

اس میں شک نہیں کہ آج کل کسی مستحق یا حاجت مند کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر غریب' محتاج اور بے کس افراد معاشرے میں موجود ہیں جن کی امداد' صدقات و خیرات سے کرنا ہر مسلمان کا بنیادی فرض بنتا ہے۔

INTERNATIONAL CONSPIRACY OF QADIANI DOMINATION IN PAKISTAN

Is Govt. of Pakistan a party to this plan?

An Analysis in introspection

* USA is exercising pressure on Pakistan to withdraw legal and constitutional measures relating to Qadianis.
* Mirza Tahir Ahmed, head of Qadianis, invited the Indian High Commissioner to a Qadiani congregation in London and, in his presence, engineered slogans of "Long Live Bharat."
* Doctor Abdus Salam, Qadiani Scientist, has announced to hold an International Science Convention in Pakistan to undermine Pakistan's peaceful Atomic Energy project.
* Despite the declaration made by Pakistan Govt., that it would include a column of religion in Identity Cards, it stopped enforcement of its decision.
* Four Qadianis have been inducted as Ambassadors in important countries including Japan.
* Under cover of the proposed annulment of the Eight Amendment to Pakistan Constitution, secular lobbies have sprung into action to do away with the Presidential Ordinance, called the Anti-Islamic Activities of Qadianis (Prohibitions and Punishments) Ordinance of 1984.
* Qadianis have spread a net of International telecasts through dish antennae to misguide simple Musalmans.

IN VIEW OF THE ABOVE FACTS WHAT IS YOUR RESPONSIBILITY?

Seriously think over and do your soul-searching but before arriving at a decision do measure up the blood-shot sacrifices of those inviolable men of honour who underwent toil and tribulations for a century to uphold the cause of final Prophethood for the benefit of Muslim Ummah.

BEWARE, May not shame and disgrace permeate through us on Doomsday Course before the haloed audience of Janab Khatmul Mursaleen Muhammad-ur-Rasool Allah (Sall Allaho alaihe wasallam). KMS.

GOD FORBID *GOD FORBID* *GOD FORBID*

FROM: Central Body Majlis-e-Amal, Tahaffuz-e-Khatme Nubuwwat, Pakistan, Huzoori Bagh Road, Multan: Phone: 40978.

K.M. SALIM
RAWALPINDI

KHATIME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

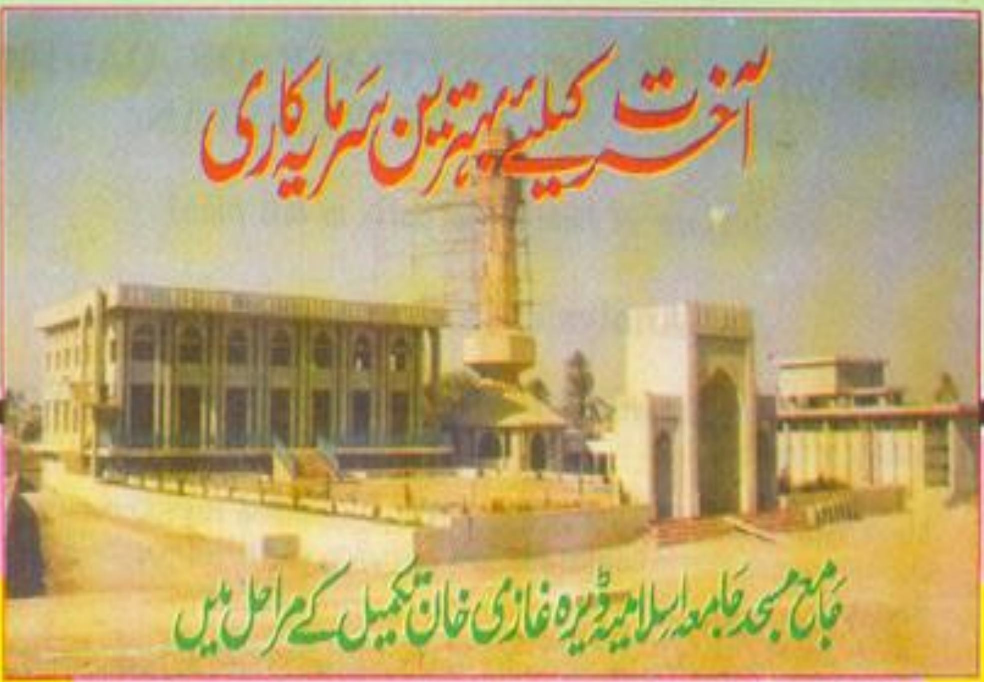

جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان اسلامی علوم و فنون کی عظیم الشان روحانی، دینی تربیت گاہ، جہاں آٹھ سال کے عرصہ میں بچوں کو حافظ قرآن، قاری اور میٹرک کرایا جاتا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق درس نظامی کی تعلیم کا مکمل انتظام۔ شہر سے بچوں کو لانے، واپس پہنچانے کے لئے مفت ٹرانسپورٹ کا انتظام، دارالاقامہ (ہاسٹل) میں دو سو طلباء کے لئے رہائش، خوراک، علاج کا مفت انتظام، جامعہ میں اس وقت تین سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ سینکڑوں طلباء داخلہ کے خواہش مند ہیں، جامعہ کا اس وقت ماہانہ خرچہ ایک لاکھ روپیہ سے زائد ہے۔ حکومت سے کسی قسم کی کوئی گرانٹ قبول نہیں کی جاتی ہے۔ جامعہ کا سالانہ مالیات کا حساب باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے۔ جامعہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اس کی توسیع کے لئے پانچ ایکڑ (چوبیس ہزار گز اسکوائر) رقبہ مالیتی ساڑھے چھبیس لاکھ روپیہ خریدا جاچکا ہے۔ جامعہ کا پہلا تعمیری مرحلہ عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد دوسرا مرحلہ جامعہ اسلامیہ کی جدید تعمیر ہوگا۔ جامع مسجد کی فوری تکمیل کے لئے المونیم کے دروازے کھڑکیاں، بجلی کی مکمل فٹنگ، پنکھے، ٹیوب لائٹیں، لاؤڈ اسپیکر، دریاں / قالین رنگ روغن گیلری اور برآمدہ میں ماربل کا فرش گرل وغیرہ کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ اللہ کا یہ عظیم الشان گھر جلد مکمل ہوسکے۔

سعادت دارین جامعہ میں زیر تعلیم مسافر یتیم اور نادار طلباء آپ کی زکوۃ صدقات اور عطیات کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔

کراچی کے احباب کے لئے جامعہ کی طرف سے ماہانہ چندہ کی تحریک شروع کی گئی ہے۔ اس عظیم صدقہ جاریہ میں خواہش مند حضرات فون نمبر ۲۴۳۰۵۲ یا ۲۴۳۲۷۷ ایم اے جناح پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھوا دیں جامعہ کا نمائندہ ہر ماہ آپ کی خدمت میں آکر جامعہ کی رسید دے کر چندہ وصول کرے گا۔

براہ راست بھیجنے والوں کے لئے

جامعہ اسلامیہ اکاؤنٹ نمبر ۷-۲۱۰ حبیب بینک لمیٹڈ مین برانچ کوڈ نمبر ۰۱۰۶ ڈیرہ غازی خان پاکستان۔

آپ کے گرانقدر تعاون کا متمنی : عبدالستار رحمانی۔ خادم جامعہ اسلامیہ
رحمانیہ کالونی۔ یمینہ روڈ۔ ڈیرہ غازی خان۔ پاکستان۔ فون۔ ۲۷۶۷-۰۶۴۱